

شاہ حفیظ الدین اور جہان علم و دانش

ترتیب و تہذیب
خواجہ ساجد عالم مصباحی

روضہ شاہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمہ

ناشر

حفیظ ملت اکیڈمی

خانقاہ لطیفیہ رحمن پور، ڈاکخانہ، سینٹرل پورواکٹر بارسوئی ضلع کلہاڑہ، بہار



قدوة العلماء زبدۃ الفصلا حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی برہانی قدس سرہ النورانی
(متوفی ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء) بانی خانقاہ لطیفیہ رحمن پور تکیہ شریف بارسوئی کٹیہار، بہار
کی حیات و خدمات پر ارباب علم و دانش کے گراں مایہ مضامین و تائثرات کا مجموعہ

بنام

شاہ حفیظ الدین اور جہانِ علم و دانش

حسب فرمائش

نبیرۃ شاہ حفیظ الدین حضرت علامہ آفتاب عالم مصباحی لطیفی ممبئی

ترتیب و تہذیب

خواجہ ساجد عالم مصباحی

ناشر

حفیظ ملت اکیڈمی

خانقاہ لطیفیہ رحمن پور، ڈاکخانہ، سیٹل پور و انکر بارسوئی ضلع کٹیہار، بہار 854317

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	شاہ حفیظ الدین اور جہان علم و دانش
ترتیب و تہذیب	:	خواجہ ساجد عالم مصباحی لطفی وحیدی
حسب فرمائش	:	نبیرہ شاہ حفیظ الدین علامہ محمد آفتاب عالم مصباحی لطفی
نظر ثانی	:	حضرت مولانا شاہ نوید عالم لطفی و مولانا مظہر حسین عظیمی
کمپوزنگ	:	اعظمی پرنٹنگ پریس، ممبئی (022-32104055)
صفحات	:	۴۸
قیمت	:	
سن اشاعت	:	۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء
تعداد	:	۱۰۰۰

ملنے کے پتے

- ☆ حفیظ ملت اکیڈمی خانقاہ لطیفیہ رحمن پور، ڈاکخانہ، سیٹل پور واکر
- ☆ بارسوئی ضلع کٹیہار، بہار پین 854317 فون 09006960086
- ☆ الحفیظ اکیڈمی، اعظمی نگر، مالونی، ملاڈ، ممبئی 09819826541
- ☆ دارالعلوم فیضان لطفی، مالونی، ملاڈ، ممبئی 09820392853
- ☆ مصباحی کتب خانہ مسجد چوک اعظم نگر وایا سالماری، ضلع کٹیہار، بہار

یہ حقیر قلمی کاوش نذر ہے

امام الواصلین سند العاشقین حضرت سید شاہ رکن الدین عشق (متوفی ۱۲۰۳ھ)

بانی بارگاہ عشق متن گھاٹ پٹنہ سیٹی

تاج الاولیاء سلطان العارفین صاحبزادہ عشق حضرت سید شاہ احمد حسین (متوفی ۱۲۳۷ھ)

واقف اسرار طریقت نواسہ عشق حضرت سیدنا شاہ خواجہ لطف علی

کاشف رموز معرفت حضرت سیدنا خواجہ لطیف علی (متوفی ۱۲۹۹ھ)

شیخ المشائخ حضرت سیدنا شاہ خواجہ امجد حسین

محب العلماء حضرت سیدنا شاہ خواجہ حمید الدین (متوفی ۱۹۴۵ء)

معمار ملت حضرت سیدنا شاہ خواجہ شاہد حسین (متوفی ۱۴۰۷ھ)

عرف درگاہی میاں صاحب علیہم الرحمة والرضوان

سجادگان و مشائخ بارگاہ عشق کی سرکار میں جہاں مدت سے کاسہ گدائی لیے کھڑا نگاہ

التفات کا منتظر ہوں۔

میری خاک بھی اڑے گی باادب تیری گلی میں

تیرے آستان سے اونچا نہ میرا غبار ہوگا

اور ہدیہ ہے

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی (متوفی ۱۳۴۰ھ)

کی بارگاہ فیض کے پروردہ و تراشیدہ یعنی ملک العلماء حضرت مولانا شاہ ظفر الدین قادری

رضوی فاضل بہار علیہما الرحمة والرضوان (متوفی ۱۳۸۲ھ) کی جناب میں کہ دربار لطفی

سے جن کا تاحیات اٹوٹ رشتہ رہا اور جنہوں نے یہاں بارہا تشریف لا کر فیوض و برکات

لوٹے اور لٹائے۔

آنکھوں میں ہے اک نمی سی ماضی کی یادگار
گزر رہا تھا اس مقام سے اک کارواں کبھی

اور منسوب ہے

علم و فضل کے ان میناروں اور فکر و فن کے ان ستاروں کے نام
امام علم و فن مظہر اعلیٰ حضرت حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی سنگھیا پورنیہ
محقق دوراں شیخ طریقت حضرت مفتی عبید الرحمن رشیدی بنی باڑی کٹیہار
فقیہ النفس مناظر اہل سنت حضرت مفتی مطیع الرحمن مضطر رضوی پچھلا کشن گنج
فقیہ عصر خطیب اسلام حضرت مفتی ایوب مظہر سلمباڑی، بانسی
ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ حضرت مفتی حسن منظر قدیری گانگی، کشن گنج
یہ حضرات گرامی منزلت حضرت لطفی کے ہم وطن ہیں اور حضرت لطفی اور ان
جیسے دیگر عاشقان پاک طینت کی روش پر گامزن رہ کر آفاق و انفس کی پہنائیوں تک
اسلامی پیغامات و تعلیمات پہنچانے میں شبانہ روز سرگرم عمل ہیں۔
مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

العبد المذنب

خواجہ ساجد عالم مصباحی

۲۲ اپریل ۲۰۰۹ء بروز بدھ شب ۱۱ بجے

کچھ اپنی کہانی

دیکھو اسے جو دیدہٴ عبرت نگاہ ہو

سنو اسے جو حقیقت نیوش ہو

پرورش لوح و قلم کے حوالے سے جہانِ ستیت کے فرزند بلند اقبال محقق رضویات امیر القلم حضرت علامہ غلام جابر شمس مصباحی دامت برکاتہ العالیہ (جو حسن اتفاق سے علمی و قلمی اور ادبی و فکری تحقیقات و خدمات کے تناظر میں خاندانی زمین دار بھی ہیں اور مشرقی بہار کی قد آور و عمق مری ہستی جلالتہ العلم والعرفان حضرت علامہ و مولانا شاہ یوسف رشیدی ہری پوری پورنوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے نسلی و نسبی تعلق بھی رکھتے ہیں) بڑی تلاطم خیز طبیعت اور بیتاب دل کے مالک ہیں۔ کالج اور آفس کے ہجوم سے لے کر اپنی پرسکون خواب گاہ تک اوراق و صفحات کی موج در موج بلا میں غرق رہنا اور قرطاس و قلم اور دوات کی زلف برہم کی مشاطگی کرتے رہنا ان کی فطرت ثانیہ ہے۔ جائے قیام اور جولانِ نگاہ فکر و عمل یعنی عروس البلاد ممبئی عظمیٰ میں جب ان کی طبیعت کا تلاطم اور دل کی بیتابی کچھ زیادہ ہی فزوں اور مائل بہ پرواز ہو جاتی ہے تو پھر وہ نئے آفاق و افلاک کی تلاش و دریافت میں وہاں سے نکل پڑتے ہیں اور شرق و غرب ہند و سندھ میں ان کی جہاں گردی و آبلہ پائی شروع ہو جاتی ہے۔

باب رضویات میں باوزن و گراں قدر اضافے کے طور پر نہایت فاضلانہ و محققانہ اسلوب میں چوبیس ضخیم و مبسوط کتابیں اور پھر قوم و ملت، مسلک و جماعت کے جبری و کرب انگیز مسائل و مباحث پر منفرد و دل آویز طرزِ بیاں میں ”بولتی تصویریں“ اور ”پروازِ خیال“ وغیرہ شاید ان کی اسی تلاطم خیز طبیعت اور بیتاب دل کے حیرت انگیز اور تاریخ ساز کاوش و نگارش ہیں۔

حضرت ڈاکٹر شمس صاحب میرے پڑوسی علاقہ بانسی گاؤں ہری پور کے باشندے ہیں۔ ٹھیک اسی کے پاس میری خالہ جان کی بستی فقیر ٹولی بھی ہے۔ جہاں میں سن شعور سے اب تک ان گنت دفعہ پہنچ چکا ہوں اور ہفتوں و مہینوں رہا بھی ہوں۔ مگر اس کے باوجود ۱۹۹۰ء سے پہلے تک ان سے میری کوئی شناسائی نہیں تھی۔ سال مذکور جب وہ میرے عم زادہ برادر گرامی وقار حضرت علامہ حافظ قاری محمد آفتاب عالم مصباحی لطفی کے ہمراہ میرے یہاں تشریف لائے، تو میں ان سے متعارف ہوا، تاہم اس کے بعد ۱۹۹۸ء تک پھر ان سے کوئی سروکار نہ رہا۔ لیکن ۱۹۹۹ء میں جب مدرسہ خانقاہ لطیفیہ میں بحیثیت مدرس بحال ہوا اور دیرینہ شوق و دلچسپی کے زیر اثر رسالوں، جریدوں سے اپنی وابستگی پھر تازہ کی، تو اسی دوران ماہنامہ کنز الایمان دہلی، ماہنامہ جام نور دہلی اور ماہنامہ جام شہود کلکتہ وغیرہ میں ان کے گراں قدر و معرکتہ الآرا علمی و ادبی، فکری و تحقیقی مقالات کا ایک تسلسل نگاہوں سے گزرا۔

یہی وہ پڑاؤ ہے، جہاں میں حقیقی طور پر ان سے پہلی بار متعارف ہوا اور ان کے باکمال و خوش خصال وجود کی عظمت و منزلت کا سکہ دل میں بیٹھا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ ان کی فنکار و سحر طراز شخصیت دیدہ و دل کے آسمان پر ابر نیساں بن کر چھاتی برستی چلی گئی۔ اس محبت و گرویدگی کے عوامل و اسباب آغاز ہی سے ان کی علمی و قلمی اور تصنیفی و تحقیقی خدمات اور مساعی جمیلہ نیز دین و مسلک سے خلوص و وفا تعمیری خیالات و مثبت رجحانات اور پاکیزہ اطوار و اخلاق رہے ہیں۔ میری رائے میں یہی باتیں کسی بھی باشعور و دردمند کو اپنے دام الفت و اعتبار میں گرفتار کرنے کے لئے کافی ہیں۔

گزشتہ سال ممبئی جانا ہوا، ایک روز ان کے گھر پہنچا اور کئی شب و روز وہاں گزارے اس اثنا میں ان کا نجی کتب خانہ، آفس، دارالمطالعہ وغیرہ دیکھا اور بالخصوص جب مطالعے سے ان کے عشق و فریفتگی اور لوح و قلم سے اضطراب و التهاب آگیاں رشتے

کا مشاہدہ کیا، تو اندازہ ہوا کہ قدر و منزلت، پذیرائی و مقبولیت اور ناموری و شہرت کے عرش بریں پر لوگ یونہی آسانی سے آسن نہیں جاسکتے، بلکہ اس کے لئے پہلے مثل شمع پگھلنا پڑتا ہے اور عشق و وارفتگی شوق کی پرخطر و سنگلاخ وادی سے گزرنا ہوتا ہے، پھر کہیں سرخروئی و کامیابی مقدر بنتی ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ دوران قیام میں نے بہت غور سے ان کے معمولاتِ شام و سحر اور اوراقِ فکر و نظر کو دیکھا پر کھا وہ اپنے آئینہ وجود میں بے نفس و بے ریا، دین دار و پرہیزگار، متواضع و متین، شریف النفس و حلیم الطبع اور توکل پسند و قناعت شعار نظر آئے۔ میرے خیال میں غالباً ان کی ذات بابرکات کی حدود اربعہ کے یہی وہ کلیدی و نمایاں عناصر و ارکان ہیں کہ جن کے سبب آج وہ عالم گیر سطح پر ایک قد آور و قابل احترام علمی و قلمی انسان تسلیم کئے جاتے ہیں۔

چند ماہ قبل کی بات ہے وہ اپنے وطن آئے ہوئے تھے وہاں سے انہوں نے اپنی آمد کی مجھے اطلاع دی۔ ایک روز میں ان کے دولت کدے پر پہنچا اور ان سے ملنے ان کے چوپال میں داخل ہوا، تو ان کو محو خواب پایا۔ قبل اس کے کہ میں انہیں بے تکلفی میں کچو کے لگا کر جگاتا۔ میری نظر ان کی مطالعاتی میز پر پڑی اس پر دو بھاری بھر کم گٹھری رکھی ہوئی تھی، انہیں جب ہاتھ لگایا، تو ان میں تقریباً ڈیڑھ سوئی پرانی بوسیدہ و کرم خوردہ مخطوطوں، کتابوں، رسالوں اور جریدوں کا پشتارہ پایا۔ ان لمحات میں فکر و فن، علم و ادب کے مجھ جیسے رسیا اور عاشق سوختہ کو یارائے ضبط نہ رہا۔

چنانچہ میں سنبھل کر بیٹھ گیا اور حد درجہ اشتیاق و توجہ سے ان چیزوں کا جائزہ لینے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ لائق توجہ حقیقت منکشف ہوئی کہ پھٹے پرانے کپڑوں میں مقید یہ ذخیرہ شمالی ہند کے ممتاز ترین خطہ بہار و بنگال جو دراصل آٹھ سو سالہ قدیم پورنیہ سے مفہوم و معنوں ہے کے مذہبی و ملی، علمی و ادبی، سیاسی و سماجی، تہذیبی و تمدنی ادوار و ازمہ کی

داستان شوق و حکایات ہزار رنگ ہے جو دلیل و برہان کے ساتھ ہزار ہا صفحات کے الفاظ و سطور کی توانا مٹھی میں محفوظ پڑا ہے۔ جب حضرت ڈاکٹر شمس صاحب بیدار ہوئے تو میں نے اس بابت دریافت کی۔ کہنے لگے ”میں نے اس انبار کو پندرہ روزہ جہاں گردی و علاقہ نوردی کی بدولت حاصل کیا ہے۔ اسکے پس پشت بلند عزائم و مقاصد کا رفرما ہیں، وقت آئے گا تو دیکھئے گا کہ آپ کا قریب پانچ ہزار سالہ قدیم ضلع پورنیہ ماضی کے رخ سے کس قدر بوقلمونی و طلسمی جلوے رکھتا تھا اور شوکت و جمال اور فضل و کمال کے لحاظ سے دنیا کے اندر کس منصب پر متمکن تھا“

اس دن کئی گھنٹے ان کے یہاں ٹھہرا، پھر انہیں لے کر گھر آیا، یہاں ان کی وارفتگی شوق اور جذبہ دروں نے قلندروں سی وہ دھمال مچائی کہ میں حیران و ششدر رہ گیا۔ صاحب تصانیف جلیلہ قدوة العلماء زبدۃ الفصول حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطفی برہانی قدس سرہ النورانی (متوفی ۱۳۳۳ھ ۱۹۱۵ء) اور سعدی زماں فاضل اجل حضرت مولانا شاہ تصدق حسین مشتاق دلشاد پوری (متوفی ۱۹۲۳ء) صاحب مسدس بوستاں حضرت مولانا شاہ کرامت حسین تمنا دلشاد پوری (متوفی ۱۹۲۰ء) ان تینوں عباقر عصر کی ایک ایک چیز کے وہ طالب و جویاں ہوئے اور پھر ان چیزوں کی حصول یابی میں رحمن پور، دلشاد پور اور بارسوئی تک وہ بھاگ دوڑ کیا کہ ان کی ہمراہی و معیت سے جسمانی و ذہنی طور پر میں تنگ آ گیا۔ یہ الگ بات ہے کہ احترام و محبت میں بروقت کچھ بول کر نہ سکا۔

ماہ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ مطابق فروری ۲۰۰۹ء عرس رضوی میں شریک ہونے کی غرض سے بریلی شریف جانا ہوا۔ تقریبات عرس کے دوران انٹر کالج میدان میں ایک وقت بک اسٹالوں کی طرف رخ کیا اور مکتبہ جام نور دہلی سے ماہنامہ جام نور شمارہ مارچ ۲۰۰۹ء خریدا۔ حسن اتفاق سے اس میں جد کریم حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطفی علیہ الرحمہ والرضوان پر حضرت ڈاکٹر شمس کا ایک تعارفی و تحقیقی تحریر پایا۔ پڑھ کر دل باغ باغ

ہو گیا اور طبیعت جھوم اٹھی، وہاں سے جب گھر واپس آیا، تو اس قیمتی و خوبصورت مضمون کے تعلق سے بالمشافہ ملاقات اور فون پر احباب و متعلقین کے درمیان تذکرہ چھیڑا۔ سمجھوں نے مسرت و شادمانی اور شکرے کا اظہار کیا۔ اس حسین واقعہ کے بعد اور ان باتوں کو لے کر مجھ جیسا سیماب طبع آدمی بھلا کہاں نچلے بیٹھے رہنے والا تھا۔ چنانچہ میں فوراً نقل و حرکت میں آ گیا اور دماغ میں ایک اسکیم سیٹ کی وہ یہ کہ اس مضمون کو جو کافی معلوماتی اور بہترین طرز نیز خاصی شگفتہ و مدھر زبان میں ہے۔ کسی طرح بہت جلد کتابی صورت میں چھپوا کر منظر عام پر لایا جائے۔

اس کے لئے میں نے عم زاد حضرت علامہ قاری محمد آفتاب عالم مصباحی ایم اے مقیم ممبئی سے فون پر رابطہ قائم کیا اور دل کی بات کہی۔ انہوں نے میری باتوں سے اتفاق کیا اور پیش قدمی کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ اطمینان دلایا بلکہ حکم دیا ”تم مضمون کو دور حاضر کے نہج پر تقدیم و ضمیمہ کے ساتھ سجا سنوار کر جلد از جلد یہاں بھیجو میں چند روز ہی میں طباعت کے مرحلے سے گزار کر اسے قوم کی امانت میں دے دوں گا“ ان کی یہ بات سن کر میں اچھل پڑا اور تعمیل حکم میں لگ گیا۔ لیکن اسی دوران خیال آیا کہ اس سلسلے میں صاحب مضمون حضرت ڈاکٹر شمس صاحب کو خبر دے دینا مناسب ہے۔ چنانچہ موصوف سے جب رابطہ ہوا، تو انہوں نے اس حوالے سے ایک الگ ہی راہ سمجھائی وہ یہ کہ ”یہ ایک تعارفی و تحقیقی تحریر ہے، اگر آپ حضرات اس کی اشاعت کے شائق اور خواہشمند ہیں، تو ایسا کریں کہ ملکی سطح کے مشاہیر اور ارباب علم و دانش سے حضرت لطفی پر کچھ تاثرات جمع کر لیں پھر ڈھنگ سے انہیں ترتیب و تہذیب سے گزار کر شائع کر دیں“ ان کا یہ مشورہ پا کر آنکھیں روشن ہو گئیں اور راہ گو کہ دشوار گزار تھا، مگر منزل مقصود بڑی عالی شان و پر شکوہ نظر آئی۔ اب کیا تھا میں ہزار جتن کرنے میں جٹ گیا۔ اولاً دو ہفتے تک فون کے سہارے مشاہیر روزگار اور اصحاب علم و فضل سے رابطے میں رہا، ثانیاً ہفتہ عشرہ تک ان کے ارسال کردہ تاثرات کی

دستیابی میں بسر کیا۔ ثالثاً کچھ ایام اپنی بساط کے مطابق ان کی ترتیب و تہذیب میں گزارا۔ اب تالیف بنام ”شاہ حفیظ الدین اور جہان علم و دانش“ حاضر خدمت ہے، قبول فرمائیں اور اس آلودہ عصیاں و نادان کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ واضح رہے کہ اس کا سہرا میرے سر نہیں بندھتا بلکہ اصل کریڈٹ برادر گرامی وقار حضرت علامہ قاری آفتاب عالم مصباحی لطفی شہید الحدیث جامعہ فقیہۃ البنات ملاڈ مالونی و خطیب و امام رضا جامع مسجد ملاڈ مالونی ممبئی کو جاتا ہے کہ جنہوں نے مفید مشورہ دے کر اور مالی تعاون کی فراہمی کا سامان کر کے اس کی طباعت و اشاعت کا راستہ ہموار کیا۔ فجزاہ اللہ خیر الجزائی الدنیا والآخرۃ۔

قارئین بآتمکین! زیر نظر تالیف میں سب سے پہلے محقق رضویات امیر القلم حضرت علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کا تعارفی و تحقیقی مضمون پڑھیں پھر ملک و ملت کے مشاہیر اور ارباب علم و دانش کے نہایت وقیع و گراں بہا تاثرات ملاحظہ فرمائیں۔

اب رخصت ہوتے ہوئے اخیر میں برادر زاد عزیز القدر مولانا شاہ نوید عالم لطفی بانی دارالعلوم فیضان لطفی مالونی ملاڈ ممبئی کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ آپ نے اس کا رخیر میں خصوصی دلچسپی دکھائی اور دلی ہمدردی کا مظاہرہ کیا۔ عزیز ارشد مولانا عبدالرب نعیمی استاذ مدرسہ لطیفیہ خانقاہ رحمن پور تکیہ شریف کا بھی سپاس گزار ہوں کہ جنہوں نے اس عمل حسن میں ہاتھ بٹایا اور دشواری آسان کی۔ بارگاہ خداوندی میں دعا گو ہوں کہ ان کے علم و عمل اور فکر و نظر میں بیکراں برکتیں و سعادتیں نازل ہوں۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ اجمعین۔

خاکبائے حفیظ

خواجہ ساجد عالم لطفی وحیدی مصباحی

استاذ مدرسہ لطیفیہ خانقاہ رحمن پور، بارسوئی ضلع کشمیر بہار ۸۵۴۳۱

۲۱ اپریل ۲۰۰۹ء

دود و باتیں

لگا رہا ہوں پھر مضامین نو کے انبار خبر کرو میرے خوشہ چینوں کو
سرزمین ہند کے ممتاز و جلیل القدر فرد، بہار و بنگال کے عظیم صوفی با صفا اور مسلم
الثبوت روحانی پیشوا و مقتدی خطہ مشرقی بہار جو دراصل قدیم پورنیہ سے عبارت ہے کے
نا قابل فراموش و عہد آفریں محسن و مربی، زبردست عالم دین اور داعی و مبلغ اسلام، تبحر
استاذ و دیدہ ور قضیہ، بلند پایہ مفتی و مناظر، سحر طراز خطیب و ادیب، بے مثال محقق و مدقق،
عظیم النظر فلسفی و منطقی، درجنوں کتب کے مصنف و مولف، زہد و عبادت، تقویٰ و ورع،
صبر و تحمل، توکل و قناعت میں یکتائے زمانہ، عشق و محبت رسول میں سراپا مرغ بسمل، اسلامی
عقائد و افکار کی حفاظت و صیانت میں سر بکف مجاہد یعنی پردادا جان قدوة العلماء زبدۃ
الفضل حضرت علامہ مولانا شاہ حفیظ الدین لطفی برہانی قدس سرہ النورانی (متوفی
۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء) کی حیات مبارکہ اور آپ کی علمی و قلمی، دینی و مسلکی، اشاعتی و تبلیغی
خدمات پر ملکی سطح کے بعض مشاہیر اور مفکرین و دانشوران کے گرانمایہ و بیش بہا تاثرات کی
شکل میں تالیف بنام ”شاہ حفیظ الدین اور جہان علم و دانش“ حاضر خدمت ہے، قبول
فرمائیں اور نیک خواہشات و دعاؤں سے نوازیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

یہ رفیق درس محبی امیر القلم علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کی عمدہ رائے اور
برادر عزیز مولانا خواجہ ساجد عالم سلمہ کی کاوش سے منصبہ شہود پر آئی ہے۔ افسوس کا مقام
ہے کہ جدنا الکریم حضرت مولانا لطفی کے تعارف و تذکرہ اور آپ کی مساعی علمیہ و دینیہ پر
اب تک کوئی اطمینان بخش و قابل قدر کام نہیں ہو سکا ہے۔ حالاں کہ ۱۳۳۳ھ میں آپ
کے وصال مبارک کی ایک صدی مکمل ہونے والی ہے۔

آپ کے ہم عصرا کا بروا صاغر حضرات پر اب تک جتنا کام ہوا اور ہو رہا ہے یہ امر جہاں ہم دودمانِ لطفی اور وابستگانِ سلسلہ لطیفیہ ابوالعلائیہ کے لیے عبرت انگیز و سبق آموز ہے وہیں بعض درد مند و مخلص ہم وطن ارباب فکر و نظر اور صاحبانِ علم و قلم کے لیے شاید لمحہ فکر یہ بھی، حضرت لطفی اگر بقول ڈاکٹر شمس مصباحی ”پیر محض بابا“ ہوتے تو یہ بات یقیناً کرب انگیز و المناک نہیں ہوتی لیکن چوں کہ آپ ایک جامع الصفات و جہانِ محاسن و کمالات انسان تھے، اس لیے میری نگاہ میں اس جانب پیش قدمی و جادہ پیمائی ایک اہم ترین و ناگزیر امر ہے۔

زیادہ دور نہ جائیے حضرت لطفی کے صرف دو ہم سبق یعنی شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت شاہ عبدالعلیم آسی غازی پوری اور عالم ربانی نمونہ اسلاف حضرت سید شاہ شہود الحق بہاری ہی کی شخصیات کو سامنے رکھیں ماضی سے لے کر حال تک ان حضرات پر خاصا تعارفی و تحقیقی کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ اس عمل میں جہاں اہل خاندان نے فرض ناشناسی دکھائی ہے وہیں وابستگان و واقف کاران کا بھی دخل ہے۔

ہر دور میں یہ دستور رہا ہے کہ عوام و خواص کو واجب القدر و بیش قیمت ہستیوں کے حالات و خدمات سے واقف کرانے اور ان کی علمی و ادبی، فکری و فنی تحقیقات و انکشافات نیز تعلیمات و ارشادات سے فیض اٹھانے کے مواقع فراہم کرانے میں دونوں طبقوں کے اصحاب و افراد کی توجہ دلچسپی اور جہد و جتن رہا ہے، لیکن یہاں المیہ یہ ہے کہ ہر چہار سو عجیب خموشی و جمود اور بے حسی و بے گانگی کی فضا و کیفیت طاری ہے۔

البتہ ادھر چند ماہ و سال کے دوران اہل خاندان کی طرف سے عزیزم مولانا خواجہ ساجد عالم مصباحی حفظہ اللہ نے ”حیاتِ حفیظی“ اور ”حضرت لطفی مجلہ“ اور بعض مضامین لکھ کر حق نمک ادا کرنے کی ہلکی سی سعی انجام دی ہے اور ہم وطن واقف کاروں کی جانب سے حالیہ دنوں میں مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی نے زیر نظر

تحریر ”شاہ حفیظ الدین اور جہان علم و دانش“ کے ذریعہ خلوص و وفا کا ایک پیغام دیا ہے۔ اس سلسلے میں ان دونوں حضرات کو تحسین و آفرین کہتا ہوں اور بے پناہ مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

ایک خوشخبری یہ ہے کہ حضرت مولانا لطیفی کی حیات و خدمات اور تالیفات و تصنیفات پر عالیجناب اسلام الدین باغی سابق وزیر حکومت بہار کے ہونہار فرزند عزیز القدر محمد اسرار الحق پٹنہ یونیورسٹی سے پروفیسر عبدالغفار صدیقی عظیم آبادی صدر شعبہ فارسی پٹنہ یونیورسٹی کی نگرانی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہے ہیں۔ کوئی سو سال کے درمیان یہ پہلا اتفاق ہے کہ کوئی مرد کار آگے بڑھ کر حضرت مولانا پر ڈاکٹریٹ کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ عزیزی اسرار الحق کی عمر و عمل اور لیاقت و استعداد میں برکتوں کی بارات اترے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رخصت ہوتے ہوئے اخیر میں تمام بزرگوں، مفکروں اور دانشوروں کی خدمات میں ہدیہ تشکر پیش کرنا چاہوں گا کہ جنہوں نے اپنے گرانمایہ و بیش بہا قلمی و قلبی تاثرات ارسال فرما کر ہماری حوصلہ افزائی کی اور ہمیں کامیابی و سرخروئی سے ہمکنار کیا۔

فجزاهم اللہ خیر الجزاء فی الدنیا و الاخرۃ

شکر گزار و خلوص کار

آفتاب عالم مصباحی لطیفی

شیخ الحدیث جامعۃ الفقیہات و خطیب و امام رضا جامع مسجد مالونی، ملا ڈھبئی

۲۳ اپریل ۲۰۰۹ء بروز جمعرات بوقت ۱۱ بجے دن

حضرت شاہ حفیظ الدین رحمن پوری

ایک صدرنگ شخصیت

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی

شاہ حفیظ الدین جس زمین کی پیداوار تھے وہ زر خیز بھی ہے، مردم خیز بھی، وہ زمین شور نہیں، زمین صدرنگ رہی ہے۔ نئی نسل تو درکنار، پرانی پیڑھی بھی جان جائے، تو غنیمت ہے۔ اس کی قدیم حدود اربعہ کیا ہیں؟ اس کے کتنے چہرے، کتنے روپ ہیں؟ اس کا مکھڑا اتنا من موہن ہے کہ جب چائنا کا سیاح آیا۔ سیاح عالم ابن بطوطہ آیا، تو گویا دل تھام کر کہنے لگا۔ گوری تیرا رنگ روپ من کو بڑا بھائے رے۔

جی یہ پورنیہ ہے، جس کا ایک حصہ لکھنوتی، گور بھی تھا۔ جو مسلم سلاطین کا عرصہ تک پایہ تخت رہا۔ جہاں اولین مبلغین اسلام آئے۔ تبریز کے شیخ جلال الدین تبریزی آئے۔ یمن سے شیخ جلال الدین یمنی آئے اور خانقاہوں کی خانقاہیں قائم کرتے چلے گئے۔ جی یہ وہی خطہ ہے، جس کا نام کبھی کیرات دیس، کنول دیس، مچھ دیس، انگا دیس تھا۔ ہاں یہ وہی خاک خوش رنگ ہے، جس کے پردوں سے وہ اہل کمال پیدا ہوئے۔ جن سے بدر تمام لرز اٹھا، ستارے سہم گئے، کہکشاں شرم سار تھیں۔ شیراز و اصفہان دم بخود تھے۔ بوستاں

شیراز میں قلم بند ہوئی۔ اس کا مسدس یہاں تیار ہوا۔ گاؤں میں ایک کہانی سنا تھا، کہانی کا کردار یہ تھا۔ ہر بچہ یہی کہہ رہا تھا۔ میرا ماموں بڑا کہ میرا ماموں بڑا۔ کوئی کسی کی سننے کو روادار نہیں تھا۔ ایک عرب شاعر نے بھی یہی کہا ہے۔ میرے باپ دادا تو وہ ہیں جن کی مثال زمانہ لا ہی نہیں سکتا، یہ تو انسان کی فطرت ہے۔ اپنا ہی راگ الاپتا ہے، اپنی ہی ڈولیاں بجاتا ہے۔ مگر جو ہری جانتا ہے۔ فنکار سمجھتا ہے۔ سخن فہم غالب کا طرفدار نہیں ہوتا، وہ تو برا ہو، اہل پورنیہ کی غفلتوں کا۔ جو اپنے ہی باکمالوں کے تابناک چہروں پہ گرد جمادی ہے۔ ادھر ذرا وہ گرد جھاڑ دیجئے، ادھر وہ دیکھئے کتنے ماہ تمام نمودار ہوتے ہیں، گدڑی میں لعل ہے۔ بستی بستی بھیک مانگتا ہے، کٹیا میں پارس پڑا ہے، تیلی تیل بیچتا ہے۔ ارے ذرا جھانک کر تو دیکھئے صحن چمن میں کیا کیا ہے؟ کتنے گل و لالہ کھلے ہیں؟ کتنے خوبان عصر، نادران دہر، حسینان زمن آسودہ خاک ہیں؟

یہ کوئی ۱۲۳۵ء صدی ہجری رہی ہوگی۔ چشتی نگر، کنہر یا میں شاہ حفیظ الدین کی پیدائش ہوئی۔ کنہر یا اعظم نگر کے قریب ہے، وہی اعظم نگر جو کٹیہار سے جانب شمال ذرا مشرق کی طرف ڈھلک کر واقع ہے۔ کٹیہار کا پرانا نام 'سیف گنج' ہے۔ نہ معلوم کب، کیوں، کیسے وہ کٹیہار ہو گیا۔ ۱۹۷۳ء میں پورنیہ سے کٹ کر ضلع بننے کی وجہ سے کٹیہار کہلاتا ہو، یا کٹیہار، ہارکٹی، کی اضافت مقلوبی ہو۔ غالب گمان یہ ہے، سکھوں کے عظیم گرو تیغ بہادر سنگھ پنجاب سے آسام جا رہا تھا۔ یہی وہ جگہ ہے، جہاں اس کا زیور گم یا کٹ گیا تھا، اسی مناسبت سے کٹیہار بنا ہو۔ مگر یہ واقعہ نواب سیف علی خان کے شہر 'سیف گنج' بسانے سے بہت پہلے کا ہے، خیر جو بھی ہو آم کھانا ہے، پیڑ گنا نہیں۔

کون جانتا تھا، آفتاب ایک دن بے نور ہو جائے گا اور چشتی نگر کا یہ ذرہ چمک کر آفتاب بن جائے گا۔ دیکھئے، دست قدرت اس کی کیسی تراش خراش کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ بسم اللہ خوانی کی رسم گھر پر ہی ہوئی ہوگی۔ ابتدائی تعلیم چشتی نگر میں ہوئی۔ چشتی نگر کے

بازو میں ایک گاؤں رسول پور ہے۔ زمینداروں کا گاؤں، اس گاؤں میں بہت سے لوگ وہ ہیں جو مظفرنگر، میرٹھ وغیرہ یوپی سے آکر یہاں بسے ہیں۔ صد و صد سالوں پہلے دور دراز سے لوگ تلاش روزگار میں پورنیہ آتے تھے۔ پھر وہ یہیں بودوباش اختیار کر لیتے تھے۔ خیر! رسول پور گاؤں میں مدرسہ تھا، جہاں شاہ حفیظ الدین نے تعلیم پائی، اساتذہ کون کون تھے، معلوم نہیں۔ البتہ لغات کشوری کے مولف اس مدرسہ میں مدرس رہ چکے تھے۔ معروف شاعر و ادیب فانی جاسسی بھی یہیں تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور میں وہ مدرسہ کتنا معیاری رہا ہوگا۔

شاہ حفیظ الدین یہاں سے اٹھے سیدھے لکھنؤ پہنچے، جہاں مدرسہ نظامیہ چشمہ سیال کی طرح علمی فیضان اُبل رہا تھا، حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم فرنگی محلی وغیرہ اساتذہ بطور خاص قابل ذکر ہیں، آپ کے اولین سیرت نگار نے لکھا ہے کہ وقت کی یہ بلند پایہ ہستیاں آپ کے ہم درس تھیں۔ ایک تو وہی مشہور عاشق رسول عارف باللہ حضرت مولینا شاہ عبدالعظیم آسی غازی پوری، دوم شیخ وقت سید شاہ مشہود الحق اصدقی خانقاہ اصدقیہ بہار شریف، نالندہ اور تیسرے تھے معروف محقق حضرت مولینا محمد فاروق چریا کوئی استاذ شبلی نعمانی۔

مدرسہ نظامیہ لکھنؤ میں آپ نے تکمیل تعلیم کی، مگر حدیث پاک کی حصول و تکمیل آپ نے دہلی میں کی، حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی اور شاہ محمد موسیٰ دہلوی سے سند حدیث لے کر مراجعت فرمائی۔ عہد تحصیل تمام ہوا، تو تدریس کا دور شروع ہوا۔ آرہ، پٹنہ، بھاگل پور، شاہجہاں پور میں مسند تدریس بچھاتے گئے۔ طالبان علوم دینیہ کو سیراب کرتے گئے۔ ابھی یہ سلسلہ زوروں پہ تھا، دل دھک سے اٹھا، اندرون سے آواز آئی، حفیظ الدین! یہ قیل وقال کب تک؟ قال سے حال کی طرف آ۔ قالب چھوڑ قلب سنوارنے کی تیاری کر۔ اب یہ تو بڑی پر خار وادی تھی، پھر بھی لنگر اٹھا دیا۔ طوفان کی زد پہ کشتی چھوڑ دی،

اب آپ تھے، وقت کے تھیرے تھے، نہ ساتھی، نہ ناؤ، نہ پتوار کشاں کشاں چلتے چلاتے رہے، اگر کوئی مولس و غم خوار تھا، تو وہ خدا کی رحمت تھی۔

اللہ والوں کے مزارات پریشان حال بندوں کی پناہ گاہیں ہیں۔ شاہ حفیظ الدین ایک مزار پہ مراقبہ کر رہے تھے۔ یہ مزار حضرت شاہ منعم پاک کا تھا، جو متن گھاٹ پٹنہ میں ہے۔ یہاں آپ کو غیبی اشارہ ملا کہ آپ کا حصہ تکیہ عشق میں ہے، تکیہ عشق میں حضرت شاہ رکن الدین عشق کی خانقاہ۔ چنانچہ افتاں و خیزاں آپ یہاں حاضر ہوئے اور موجودہ سجادہ نشین شیخ عصر شاہ خواجہ لطیف علی قدس سرہ سے بیعت ہوئے۔ بیعت ہو کر چلے نہیں گئے۔ مرشد کریم کے در پاک، بارگاہ عشق ہی میں رہ پڑے۔ پڑے پڑے کوئی بارہ سال گزر گئے۔ اب آپ صوفی صافی کامل سالک ہو چکے تھے، دلِ داغدار مصفیٰ و مجلیٰ ہو چکا تھا، ہر طرح چھان پھٹک کر دیکھا، پرکھا، تب مرشد گرامی نے خرقہ خلافت پہنایا اور اپنا مجاز و ماذون کیا۔ جوانی کی عمر، ۱۲ سال کا مجاہدہ، نفس کشی، باطنی تربیت و رہنمائی، کیسی کڑی منزل، کتنا سخت امتحان ہوتا ہے اس کوئے یار میں۔ آج کل کی خلافتوں کا اندازہ کیجئے۔ مفتی انور علی شمسٹی مقیم بنگلور کے بقول: خلافت آج کل خالی آفت ہے، معرفت کا مطلب مار پھٹا پھٹ اور خانقاہ بمعنی کھانے کا ہے۔

یہ بارہ سال کا مجاہدہ تھا یا ایک نئی زندگی کا آغاز تھا۔ اب آپ دونوں دریا کے تیراک، دونوں کے سنگم، ملتقی البحرین بن چکے تھے۔ اسی اثنا میں آپ کی شادی بھی ہوئی۔ شادی بہار شریف کے سادات گھرانے میں ہوئی، اسی دوران مدرسہ خانقاہ کبیرہ سہرام سے طلبی ہوئی، یہ مدرسہ اس دور اور دیار کا مانا جانا مدرسہ تھا۔ مدرسہ کے استاذ اور آپ کے برادر طریقت صوفی شاعر حضرت مولینا حسن جان حسن کا اصرار ہوا شیخ طریقت خواجہ لطیف علی کا اشارہ ابرو پایا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ صدر مدرس کا عہدہ ملا، اہتمام و انتظام کی ذمہ داری بھی سپرد ہوئی۔ یہاں آکر آپ کا اصل جوہر کھلا، خوابیدہ و

خفتہ صلاحیتیں اُجاگر ہوئیں۔ صدر مدرس تھے، مہتمم مدرسہ تھے، مدرسہ بھی مالدار تھا، مگر آپ کھانا مدرسہ سے نہیں کھاتے تھے، خاص تنخواہ جو جیب میں ہوتی تھی، اسی سے دال چاول، حضرت منگاتے، ایک اہل تعلق کے یہاں سے کھانا بن کر آتا، آپ تناول فرماتے، یہ نکتہ معمولی نہیں، بہت غیر معمولی ہے، جو لوگ مدرسہ کے مال کو اپنا مال سمجھتے ہیں، ان کے لئے تو ایک تازیانہ عبرت ہے۔

بارگاہ عشق کی بارہ سالہ تربیت تو تھی ہی، اب جو سہرام تشریف لائے، یہاں علمی و ادبی فضا نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ پھر یہ راز کھلا کہ آپ ایک عالم جامد نہیں، عالم ربانی ہیں، صوفی محض نہیں، صوفی صافی شافی بھی ہیں، زاہد خشک نہیں، عابد مرتاض بھی ہیں، فقیہ تنگ نظر نہیں، فقیہ دیدہ ور، محدث عصر، متکلم زمن، نکتہ سنخ و اعظ، نعت گو شاعر بھی ہیں، یہی نہیں، مریض قوم کا مسیحا، درد مند مصلح، روشن ضمیر مرشد بھی ہیں، جب تک بدلیاں تھیں، چاند چھپا تھا، وہ ہٹ گئیں، چاندنی ہر سو بکھر گئی۔ سہرام، شاہ آباد، آرہ، اورنگ آباد، رجہت گیا، بہار شریف، تمام مضافات پٹنہ اس چاندنی سے نہانے لگے۔ یہ دوران کی حیات کا زریں دور کہا جاسکتا ہے۔

یہاں ایک دلچسپ بات یاد آتی ہے۔ تعلیم و تدریس، وعظ و تقریر، بیعت و تلقین، دعوت و ہدایت، تذکیر و ارشاد، تصفیہ باطن، ریاضت و مجاہدہ، اصلاح ذات، فکر جا آخرت میں سرگرم تھے کہ دھک سے ماں کی یاد آگئی، جو وہ حصول علم کے زمانہ میں چھوڑ کر آئے تھے، سہرام سے چلے، چشتی نگر پہنچے، سیاہ داڑھی، سیاہ بال، دستار زیب سر تھی، شیروانی زیب تن تھی، گھر والوں نے سمجھا، کوئی بڑا عالم ہے، عزت و اکرام سے بیٹھک میں بیٹھایا، اندر گئے، ضیافت کا سامان تیار کرنے کو کہا، کہہ کر وہ ذرا ادھر ادھر ہوئے ہوں گے۔ آپ باہر سے اٹھے، اندر پہنچ گئے، خواتین سہم کر پردہ میں چلی گئیں، گھر والے آئے، پوچھا: آپ کا گھر کہاں ہے، آپ کا نام کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا

میرا گھر یہی ہے، میرا نام محمد حفیظ الدین ہے۔ اتنا سننا تھا کہ گھر والے خوشی سے اُچھل پڑے، بوڑھی ماں کی آنکھوں میں اشکوں کے موتی جھلملانے لگے، کچھ دن قیام کیا، پھر ماں کو ہمراہ لے کر سہرام تشریف لائے، بچوں کو دادی ملی اور دادی کو بچے، سکون و مسرت سے دن کٹنے لگے۔

پھر ایک وقت وہ آیا کہ آپ یہاں تھے، آپ کے وطن میں بے دینی پھیل رہی تھی، جاہلی رسومات کا رواج ہو رہا تھا، اس احساسِ مسئولیت سے آپ نے سہرام کو الوداع کہا، کسی نے لکھا ہے، آپ کے بعد مدرسہ کبیر یہ سہرام میں ملک العلماء حضرت مولینا شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی صدر مدرس بن کر تشریف لائے۔ شاہ حفیظ الدین کے تمام نقوشِ حیات سامنے نہیں، تاہم یہ بات قابلِ فہم نہیں، ملک العلماء ۱۳۳۲ھ میں سہرام تشریف لائے، شاہ حفیظ الدین کا وصال ۱۳۳۳ھ میں ہوا۔ شاہ حفیظ الدین نے برسوں اپنے وطن کی آبیاری کی۔ چشتی نگر سے ہجرت کی، رحمن پور میں مدرسہ بنایا، خانقاہ بنائی، مسجد تعمیر کی، محمدیہ اسٹیت پورنیہ میں مدرسہ قائم کیا۔ دوروں پہ دورے کئے، تقریروں پہ تقریریں کیں، طلبہ کو پڑھایا، سالکوں کو پلایا، پورنیہ کٹیہار، کشن گنج، بہادر گنج سمیت قریہ و دیہات میں ایک دینی انقلاب برپا کر دیا، اس کے لئے کتنا وقت درکار ہے، اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ان کا ایک مجموعہ رسائل دستیاب ہوا ہے، جس پر ۱۳۱۷ھ لکھا ہوا ہے، اس میں یہ بھی بصراحت تحریر ہے، مصنفہ مولینا مولوی صوفی شاہ محمد حفیظ الدین صاحبِ حنفی نقشبندی ابوالعلائی متوطن قصبہ چشتی نگر کنہر یا، ضلع پورنیہ کہ سابقاً کم و بیش دوازدہ سال اختیار در مدرسہ خانقاہ سہرام ناصر الحکام مدرس اول و ناظم مدرسہ بودند، اینکہ از ہمہ بے تعلق بودہ محض توکل اختیار فرمودند۔

اس تحریر سے کئی باتیں مستفاد ہوتی ہیں، ایک تو 'سابقاً' کا لفظ بتاتا ہے کہ

۱۳۱۷ھ تک یا اس سے پہلے آپ پورنیہ مراجعت فرما چکے تھے، دو ازادہ سال سے معلوم ہوتا ہے، بارہ سال آپ وہاں رہے، اس کا قیاسی مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ۱۳۰۴ھ یا ۱۳۰۵ھ میں سہسرام تشریف لے گئے ہوں گے، مدرس اول و ناظم مدرسہ تو واضح ہے کہ آپ ہی تھے، آخری جملہ اس کے از ہمہ بے تعلق بودہ محض توکل اختیار فرمودند، یہ تو ان کی شفاف سیرت کا زبردست سرنامہ ہے۔ جب تک ان کی زندگی کا بائیوڈاٹا سامنے نہیں آتا، درج بالا تحریر کے پیش نظر ان کی حیات و خدمات کے تاریخی خدّ و خال، قیاساً ہی سہی، ابھارا جاسکتا ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ وہ ۱۲۰۵ھ میں سہسرام گئے۔ تو ۱۲۹۳ھ میں وہ بارگاہ عشق حاضر ہوئے۔ چونکہ یہاں بھی انہوں نے وہی بارہ سال سلوک و مجاہدہ کی تعلیم پائی تھی۔ ابتدائی تدریس کا زمانہ دو چار سال کاربہا ہوگا۔ اسی طرح ۱۲۸۹ھ یا ۱۲۹۰ھ میں فراغت ہوئی ہوگی۔ ان کی تاریخ پیدائش بھی حتمی نہیں، ۱۲۴۵ھ قیاسی طور پر ہی بتائی گئی ہے۔ یقین نہیں آتا کہ ۴۵/۴۰ سال تک پڑھتے رہے ہوں گے۔ اس لئے یہ ابھی تحقیق طلب بات رہے گی۔

ان کے وصال کو اب سو سال ہونے کو آئے۔ اس طویل مدت میں ان کی اولاد و احفاد نے ان کے لئے کچھ نہیں کیا، نہ کسی اور نے اس طرف توجہ دی۔ ان کی کتب و رسائل کو دیکھ کر وہ ایک خالص علمی و فکری شخصیت معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ان کے اہل خاندان نے ان کو محض ایک صوفی پیر کی حیثیت سے مقامی طور پر ہی متعارف کرایا۔ وہ تو تعویذ لکھتے تھے۔ خدمت خلق کے لئے اور یہ تعویذ فروشی کرتے ہیں پیٹ کیلئے۔ یہ صرف تکیہ رحمن پور ہی کا المیہ نہیں، تعویذ فروشی کی یہ دکانیں قریب قریب ہر درگاہ کے آس پاس لگتی ہیں۔ تکیہ رحمان پور میں ایسا نہیں کہ علمی شخصیات موجود نہیں، موجود تو ہیں، مگر علمی ذوق بیدار نہیں اور جو بیدار ہے، وہ ہرگز اپنا نہیں۔ راکھ کے ڈھیر سے اب ایک چنگاری سلگنے لگی ہے۔ وہ ہے صاحب زادہ والا تبار خواجہ ساجد عالم ذی العلم والا فکار۔

خیر ۱۳۱ھ سے پہلے آپ اپنے وطن واپس تشریف لائے۔ اپنی دینی و تبلیغی
 ایک شروع کر دی، ابھی یہ تحریک برگ و بار لاہی رہی تھی۔ آپ کا دل چشتی نگر سے
 بٹ ہو گیا۔ آپ نے ہجرت کا ارادہ کر لیا۔ علاقہ کے رؤسا کو خبر ہوئی، تو رحمن پور کے
 جس جناب دھیر علی خان مرحوم اور مالور اسٹیٹ کے متولی جناب شمس الدین مرحوم نے
 پیش کش کی کہ آپ رحمن پور میں سکونت اختیار کریں۔ اپنا دینی علمی مشن جاری رکھیں۔ تکیہ
 رحمن پور آج جس جگہ آباد ہے۔ یہ کوئی دسیوں ایکڑ زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ پوری زمین
 انہیں دونوں دین پرور رئیسوں کی نذر کی ہوئی ہے۔ رحمن پور اصل میں روان پور تھا۔
 روان پور سے برہان پور بنا۔ پھر رحمن پور ہو گیا۔ یہ رحمن پور سینٹرل ریلوے لائن سے دو
 نصف کلومیٹر پچھم ہے۔ جو لائن دہلی، پٹنہ، کٹیہار، کشن گنج ہوتے ہوئے گوبائی کو جاتی
 ہے۔ کٹیہار سے آگے اعظم نگر، اس سے آگے بارسوئی ہے۔ یہیں سے قدرے اتر پچھم
 رحمان پور واقع ہے۔ رحمن پور سے پچھم کنکئی ندی بہتی ہے۔ ندی کے پار مولانا پور، دلشاد
 پور ہے۔ اتر جانب قدم گا چھی، سودھانی، تیلتا پھر دالکولہ ہے۔

پور ہے۔ اتر جانب قدم گا چھی، سودھانی، تیلتا پھر دالکولہ ہے۔
 تکیہ رحمن پور عالی شان دربار معلوم ہوتا ہے۔ قطعہ آراضی کے مغربی سرے پر
 زنان خانہ ہے۔ اس سے اتر پورب سماع خانہ ہے۔ اس سے اتر بڑا تالاب ہے۔ زنان
 خانہ سے پورب کافی جگہ چھوڑ کر خدا خانہ ہے۔ خدا خانہ سے اتر دیوان خانہ ہے۔ خدا
 خانہ کے متصل جنوب میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔ دیگر مزارات بھی ہیں۔ مسجد و
 مقابر کے پورب مدرسہ لطیفیہ ہے۔ زنان خانہ، سماع خانہ، خدا خانہ، دیوان خانہ یہ تمام
 عمارتیں پتلی ایٹوں کی بیس انچ بنیاد پر دیوار بنائی گئی ہے جو قدیم فن تعمیر کا نمونہ ہیں۔ بقیہ
 اراضی پر پیڑ پودے۔ جھاڑ پھول، ناریل سپاری کے باغات، دیگر پھلوں کے درختوں کے
 جھنڈ ہیں۔ شاہ حفیظ الدین کے عہد میں یہ خانقاہ اسلامی اسپرٹ کی واقعی ایک بڑی
 فیکٹری رہی ہوگی۔ اب تو وہ بات عطر میں بھی نہیں، جو پہلے پسینہ میں تھی۔ جب آپ

رحمان پور آئے، تو پہلے زنان خانہ بنوایا، پھر خدا خانہ، جو اول اول خس پوش تھا۔ مسجد کے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے، پختہ مسجد ۱۳۲۲ھ میں بنائی گئی۔ جو لوح کتبہ پر مرقوم ہے۔ اس سے بھی یہ اندازہ ہوتا ہے۔ کوئی آٹھ دس سال پہلے ہی آپ سہرام سے آگئے تھے۔ رحمان پور آپ کا روحانی و علمی ہیڈ کوارٹر تھا۔ مگر دائرہ عمل بڑا وسیع تھا۔ جنوب میں کٹیہار، بھاگل پور، اتر پچھتم میں، پورنیہ، مدھے پورہ، سہرسہ، اتر میں کشن گنج، مورنگ نیپال، پورب میں مالده، دیناج پور، سنار گاؤں، رنگپور، سلہٹ، چٹا گاتک تھا۔ آپ بافیض تھے، ذات بافیض تھی، خانقاہ فیض بخش تھی، مدرسہ فیض بخش تھا۔ دن رات، صبح شام کبھی قال کی کبھی حال کی بز میں گرم گرم رہا کرتی تھیں۔

آپ کی حیات و خدمات پر گو کہ پردہ پڑا ہوا ہے مگر ایسا بھی نہیں ذات و افکار کے سارے نشانات نظروں سے اوجھل یا تحریر و قلم کی گرفت سے باہر ہیں۔ اگر وہ پیر محض یا خالص بابا ہوتے، تو اتنی تگ و تاز کی ضرورت نہ ہوتی۔ مگر چونکہ آپ کی ذات مجمع الصفات ہے۔ ملتقی البحرین ہے۔ جہاں آپ ایک نمونہ اسلاف روحانی پیشوا تھے، وہیں آپ جامع العلوم و الافکار بھی تھے۔ اس لئے تحقیقی جہت سے ابھی آپ پر کام ہونا باقی ہے۔ جس کا آغاز ہو چکا ہے۔ حیات، حالات، خدمات سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ کے رجحانات و خیالات، افکار و نظریات، عقائد و معمولات پر کام کیا جائے۔ ظاہر سے تو پھل خوبصورت ہوتا ہے۔ مگر شیریں ہے کہ ترش، صالح ہے یا فاسد، کاٹ کر چکھنے کے بعد ہی پتا چلتا ہے۔

آسانی کیلئے آپ کی حیات کو تین دور میں تقسیم کیا جاسکتا ہے پہلا تعلیمی دور ابتدا سے بارگاہ عشق تک۔ دوسرا تدریسی دور قیام سہرام، تیسرا قیام رحمن پور کی خدمات و اثرات۔ اگر ان تینوں ادوار کو نوچڑا جائے، جس کی یہاں گنجائش نہیں تو بالکل واضح شکل میں آپ کے تین بڑے کارنامے سامنے آتے ہیں۔ اول قیام سہرام، دوم تلامذہ، سوم

آپ کی کتب، رسائل، رقعات و دیوان۔ ان کارناموں پر بحث کا بھی یہ محل محتمل نہیں۔
اس لئے یہاں ایک اجمالی گفتگو پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

لکھنؤ دہلی کی وہ معروف درسگاہیں تھیں۔ جہاں آپ نے علوم عقلیہ و نقلیہ میں
کمال حاصل کیا تھا۔ روحانی علوم کیلئے تکیہ عشق کی بھٹی میں تپتے رہے۔ بارہ سال کی مدت
کم نہیں ہوتی۔ تپ تپا کر کندن تو ہو ہی گئے، وہ بحر شریعت تھا۔ یہ بحر طریقت تھا۔ دونوں
دریا عبور کر چکے تھے۔ سہرام سے باصرار بلاوا آیا۔ تکیہ عشق سے شیخ طریقت نے جانے
کی اجازت دے دی۔ اب جو سہرام تشریف لائے۔ مسند صدارت پیش کر دی گئی۔ قال
اللہ، قال الرسول کی نکتہ آفریں صداؤں سے درسگاہ گونج اٹھی۔ کرسی نظامت بھی ملی، جس
کی نہ صرف آپ نے لاج رکھی، بلکہ اس کی شان ہی بڑھادی۔ وعظ و تذکیر بھی فرائض
میں شامل تھا۔ بیعت و تلقین بھی تھی۔ ظاہر بھی سنوارنا تھا۔ باطن بھی آراستہ کرنا تھا۔ جوانی
تھی، ذہن حاضر تھا۔ حاضر العلم بھی تھے، زبان بھی گویا تھی، قلم بھی رواں تھا۔ تنہا ذات تھی
، ہزار کام تھے۔ اکیلی جان تھی، جو حکم صد ہا تھے، ہر ایک تھا، سودے ہزار تھے۔ دوا ایک تھی
، امراض بے شمار تھے۔ ذہن ایک تھا، افکار ہزار تھے۔

خطوط بھی لکھنا تھا۔ یہ تو نبی کریم کی سنت ہے، صوفیا کے خطوط تو دعوتی ہوتے
ہیں، تبلیغی ہوتے ہیں، ارشادی، افادی، ابلاغی ہوتے ہیں۔ بھلا آپ یہ سنت کیوں کر
ترک کرتے۔ صوفیا کی روش سے منہ کیوں کر موڑتے۔ جہاں جسم و جان سے پہنچ نہیں
پاتے وہاں خطوط بھیجتے۔ وہی عرفانی خطوط، ایقانی خطوط، حقانی خطوط، رنگا رنگ خطوط،
صدرنگ خطوط، سب رنگ خطوط، مہکتے چمکتے خطوط، مکتوبات لطیفی اٹھا کر دیکھئے۔ صوفیا
کے خطوط کی تمام جلوہ سامانی پائیں گے۔

وہ جو مصحفی نے کہا ہے، کیا خوب کہا ہے، غلط تھوڑے ہی کہا ہے، بالکل سچ کہا
ہے، درویشی اور شاعری تو ساتھ ساتھ چلتی ہے، شمع روشن ہو، پروانہ رقص نہ کرے، چاندنی

پھیلی ہو، چکڑور نہ ناچے، پھول کھلا ہو۔ بھونرا نہ منڈلائے، یہ کیوں کر ممکن ہے، شاعری
 عشق کی غذا ہے، مریض عشق کی دوا ہے، دل عاشق کا درماں ہے چنانچہ شاعری کی، عربی
 فارسی، اردو، سہ لسانی شاعری کی، حرارت دل، شوش قلب سے ایسی شاعری کی، جو فہر
 شاعری کی معراج ہوگئی، دیوان لطیفی، کھول کر دیکھئے، زبان گنگنا نے لگے گی، دل
 گدگدا نے لگے گا، اشکوں کے موٹے موتی، آنکھوں کی کٹوریوں میں نہ سما سکیں گے، سر
 میں سودا گھر کر لے گا، وہی عشق نبی کا، کیونکہ یہ شاعری نہیں، دل کباب کی سوندھی سوندھی
 خوشبو ہے، جو شاعری کا روپ اختیار کر گئی ہے، یہ وہی خوشبو ہے، جو تن بدن کو مخمور
 کر دے، وہ دل جس میں اس عشق کی آگ لگی ہے، اس جلتے دل کی پکار سنئے۔

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے

جو آگ بجھا دے گی، وہ آگ لگائی ہے

یہ وہ آگ ہے، جس میں نہ تو حدت ہے، نہ حرارت، نہ تو تپش ہے، نہ شدت
 ، نہ تو دھواں ہے، نہ گھٹن کا سماں، یہ تو وہ آگ ہے، جس کی لیٹ میں عاشق سر و قد، سر
 وچمن من ہی من میں مرغ بسمل بن جاتا ہے، و فور نشہ سرمدی سے وہ رقص کرتا ہے کہ دہ
 تماشا بن جاتی ہے، خدایا، تو اس نشہ کی بھیک ہر مومن کو دے دے، بات بڑھ گئی، ذکر تو
 قیام سہرام کا، مگر کیا کریں، ہم تو عشق کے بندے ہیں، کیوں بات بڑھائی ہے۔

یہ تمام کچھ تھا، مگر اصل کام تدریس تھا، درس گاہ لگی، مسند تدریس بچھی، اب
 آپ اس مسند پہ جلوہ بار ہوئے، تو متواتر بارہ سالوں تک جلوہ بار ہی رہے، طلبہ تھے او
 آپ تھے، حدیث، تفسیر، فقہ، اصول، منطق و فلسفہ کی کتابیں تھیں اور آپ تھے، مدرسہ
 خانقاہ کبیرہ کا ملک گیر علمی وقار تھا اور آپ تھے، وہ وقار جو آپ سے پہلے تھا، آپ کے
 وقت میں اور پُر وقار ہو گیا، پڑھایا بھی، پلایا بھی، پروان بھی چڑھایا، حاملین کتاب و سنن
 کا قافلہ در قافلہ تیار کر دیا، یہ قافلے دم بدم تیار ہوتے گئے، داماد نکلتے گئے، چہار جانب

پھیلتے گئے، علم کی اشاعت ہونے لگی، جہالت کی شہ رگ کٹنے لگی، اجالے بکھرنے لگے، اندھیرے سمٹنے لگے، خوش عقیدگی ابھرتی گئی، بدعقیدگی دفن ہوتی گئی۔ مدرسہ کبیر یہ معیاری مدرسہ تھا، ملک کا نامور مدرسہ تھا، یہ وہی مدرسہ تھا، جس کو مسلم شاہوں کی سرپرستی حاصل تھی، آج اس کی تاریخ سہسرام شہر کی سانسوں میں الجھ کر رہ گئی ہے، ماضی کی ان ڈوبی ہوئی لہروں سے پرانا ریکارڈ ڈھونڈھ نکالنا کسی کو لمبس ہی کا کام ہے، اے کاش وہ ریکارڈ مل جاتا، تو معلوم ہوتا، وقت کے محدث و مفسر، فقیہ و متکلم، مناظر و فلسفی نے کتنے کا ملین تراش کر علمی نگار خانہ کی زینت بنائے تھے، تاریخ کے بے رحم ہاتھوں سے دفن ہوتے ہوتے جو بال بال بچ گئے، یہی کل بارہ سالہ تدریسی جہاد کی پونجی ہے، تلامذہ جو یہ چند ہیں، نام و کام کی وجہ سے چاند جیسے ہیں۔

۱..... معمار ملت حضرت علامہ فرخند علی (متوفی ۱۳۵۳ھ) بانی جامعہ خیر یہ نظامیہ سہسرام

۲..... حضرت مولینا شاہ عبدالحی نظر (متوفی ۱۳۵۸ھ) سہسرام

۳..... حضرت مولانا محمد صادق علی (متوفی ۱۳۵۳ھ) غازی پور

۴..... حضرت مولانا شاہ میر نظام علی (متوفی ۱۳۶۰ھ) سہسرام

۵..... حضرت مولینا تصدق حسین مشتاق (متوفی ۱۹۲۳ء) کٹیہار

آپ زبردست فارسی داں صاحب دیوان شاعر تھے۔

۶..... حضرت مولینا کرامت حسین تمنا، دلشاد پور، کٹیہار

آپ بلند پایہ عالم، صاحب دیوان شاعر، مسدس بوستاں مشہور ہے۔

۷..... حضرت مولینا محمد مراد حسین کھیرا، امور، پورنیہ۔

آپ ایک صاحب تصانیف بزرگ اور صاحب دیوان شاعر تھے۔

۸..... حضرت مولینا شاہ شرف الدین حنیفی (متوفی ۱۳۶۹ھ) گانگی کشن گنج۔

اول الذکر حضرت علامہ فرخند علی اور یہ آخر الذکر شاہ شرف الدین، دونوں کو شاہ

حفیظ الدین رحمن پوری کے دواہم کارنامے قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے، آپ نے جو قلمی یادگار چھوڑی ہے، وہ مختلف موضوعات پر ہے، کچھ درسی ہیں، کچھ غیر درسی بھی ہیں، خطوط و رقعات، سلوک و شاعری کو چھوڑ کر جو تصانیف ہیں، وہ انتہائی دیوبندیت کش، وہابیت شکن معلوم ہوتی ہیں، خطوط و مکتوبات میں بھی تقویت الایمانی فکر کا زبردست تعاقب کیا گیا ہے، جن کتابوں تک رسائی ہو سکی، وہ یہ ہیں۔

- (۱) تسہیل التصریف، ۱۳۱۷ھ (۲) وسیلۃ التصریف، ۱۳۱۷ھ (۳) فوائد نوریہ شرح میزان منطق، یہ تینوں مطبوعہ ہیں۔ اول دوم ۱۳۱۸ھ میں مطبع لامع الانوار آگرہ سے چھپی ہے، جب کہ تیسری کتاب ۱۳۰۵ھ میں چھپ چکی ہے (۴) جریس الغیب ۱۳۱۷ھ (۵) حسیر الغیب ۱۳۱۷ھ مطبوعہ لامع الانوار آگرہ ۱۳۱۸ھ (۶) نخستین الہی نامہ، ۱۳۱۳ھ (۷) بما غنی من الکلام ۱۳۱۶ھ (۸) خذہ بجد (۹) عجالہ نافعہ (۱۰) خطبہ دوازدہ ماہی۔ یہ پانچ کتابیں غالباً غیر مطبوعہ ہیں۔ (۱۱) تلک عشرۃ کاملۃ، بھی غیر مطبوعہ ہے۔ (مگر تجلیات شرف، سوانح حیات حضرت مولینا شاہ شرف الدین گانگی مولفہ حضرت مفتی حسن منظر قدیری، مطبوعہ بانسی، پورنیہ میں یہ شاہ شرف الدین کی بتائی گئی ہے۔ (۱۲) لطائف حفظ السالکین، ۱۳۱۱ھ صفحات ۱۹۲، سن طباعت ۱۳۲۷ھ مطبع رحمانی مہندرو پٹنہ (۱۳) دیوان لطفی، صفحات ۱۶۵ مطبوعہ مطبع رحمانیہ مونگیر، بہار، ۱۳۳۸ھ (۱۴) مکتوبات لطفی، صفحات ۸۰ مطبع سلیمانی پریس محلہ گائے گھاٹ بنارس ۱۹۲۸ء۔

یہ وہ جامع الصفات شخصیت ہے، جو افسوس ناک حد تک پردہ خفا میں ہے، جبکہ یہ شخصیت بہار و بنگال کی نمائندہ رہی ہے، مفاہدہ ندوہ کی تحریک میں پیش پیش رہی ہے، اجلاس اہل سنت پٹنہ منعقدہ ۱۳۱۸ھ میں آپ نے مشرقی بہار کی نمائندہ گی کی ہے، ضرورت ہے، ان کی تصنیفات و تحریرات کی روشنی میں ان کے افکار و نظریات اور خدمات کو اجاگر کرنے کی۔ ماضی قریب میں یہ خانقاہ ایک نازک موڑ سے گزر رہی تھی، بروقت

اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک ایسے فرد فرید کو بھیج دیا جن کے علمی دم قدم سے خانقاہ لطیفیہ کی ہلتی ہوئی چولیس پھر سے مضبوط ہو گئیں۔ میرا اشارہ ہے مناظر اعظم ہند فقیہ النفس حضرت مفتی مطیع الرحمن مضطر رضوی مدظلہ العالی کی طرف، ان کا وہاں چار سالہ قیام نے ایک تاریخ رقم کی ہے، یہ ایک اجمال ہے، تفصیل پھر کبھی۔

اس مضمون کی تحریر کے وقت درج ذیل کتب و مجلدات پیش نظر رہے۔

- ۱..... حیات حفیظی، از خواجہ ساجد عالم، مطبوعہ حفیظ اکیڈمی، تکیہ رحمن پور، کٹیہار۔
- ۲..... حضرت لطیفی مجلہ، از خواجہ ساجد عالم، مطبوعہ حفیظ اکیڈمی، تکیہ رحمن پور کٹیہار۔
- ۳..... تجلیات شرف، از مفتی حسن منظر قدیری، مطبوعہ خانقاہ شریفہ، گانگی، کشن گنج۔
- ۴..... ہفتہ وار انسان کا پورنیہ نمبر، مدیر اکمل یزدانی، مطبوعہ کشن گنج ۱۹۵۵ء۔

۵..... حیات عابد، از محمد حسب اللہ ندوی، مطبوعہ خانقاہ عابدیہ، چندی پور مالہ بنگال۔

نوٹ (۱) مؤخر الذکر کتاب مولینا محمد عابد لطیفی چندی پوری کی حیات و خدمات پر مشتمل ہے، مولینا شاہ شرف الدین لطیفی گانگی کی طرح مولینا محمد عابد بھی شاہ حفیظ الدین لطیفی کے شاگرد و مرید تھے، مگر بوجہ ان کی شخصیت مختلف فیہ ہو کر رہ گئی۔ مگر مجھے ان کی ایک قلمی تحریر ملی ہے، جس سے ان کی ذات بالکل بے داغ معلوم ہوتی ہے، یہ ایک الگ موضوع ہے، پھر کبھی اس پر گفتگو ہوگی۔

(۲) ندوی لوگوں کے بارے میں سنا تھا، تحریر و قلم میں بڑے ماہر ہوتے ہیں، مگر محمد حسب اللہ ندوی کی اس کتاب کے مطالعہ سے یہ انکشاف ہوا کہ یہ سفید جھوٹ بولنے اور لکھنے میں بھی مہارت تامہ رکھتے ہیں، کذب بیانی اور کذب نویسی کا اگر مقابلہ ہو، تو ندوی موصوف کو اول نمبر پر رکھنا چاہئے، کیوں کہ انہوں نے کتاب کم، جھوٹ زیادہ لکھا ہے، خصوصاً محدث شہیر حضرت مولینا شاہ محمد سردار احمد چشتی محدث اعظم پاکستان کے بارے میں تو انہوں نے حد کر دی ہے۔

امام علم و فن مظہر علوم اعلیٰ حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی
خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند و شیخ الحدیث دارالعلوم نورالحق چرہ محمد پور فیض آباد، یوپی

حضرت علامہ شاہ محمد حفیظ الدین لطفی رحمٰن پوری راہنمائے شریعت بھی تھے اور
غواص بحر طریقت بھی بچپن میں ان کا نام سنا تھا، مگر کامل واقفیت اس وقت ہوئی، جب
میں مدرسہ اساقۃ رحمت محمدیہ اسٹیٹ پورنیہ میں پڑھتا تھا۔ میرے والد ماجد حضرت
مولانا زین الدین رضوی وہاں پڑھاتے تھے۔ اس زمانے میں یہ مدرسہ پورنیہ کا مرکزی
مدرسہ تھا، پنجاب کے علما یہاں پڑھاتے تھے۔ علامہ علاء الدین پنجابی اور علامہ محمد ایوب
پنجابی مدرس تھے۔ امتحان کے لیے دہلی تک کے علما تشریف لاتے تھے۔ غرض یہ مدرسہ
اس دور میں عظیم الشان اور مرکزی و معیاری تھا۔

یہیں میں نے سنا کہ علامہ لطفی علیہ الرحمہ اور محمدیہ اسٹیٹ کے مالک جناب
الہی بخش مرحوم کے مابین بڑے گہرے تعلقات تھے، ان تعلقات و روابط کا نتیجہ یہ ہوا
کہ الہی بخش مرحوم نے زمین فراہم کی اور علامہ لطفی نے وہاں مدرسہ قائم فرمایا جس کا
نام اساقۃ رحمت رکھا گیا۔ مدرسہ کے اخراجات کے لیے بھی زمیندار موصوف۔
کئی ایکڑ زمین وقف کی تھی، جو ان کی دینداری اور دینی بیداری کا کھلا ثبوت ہے
جناب الہی بخش مرحوم سنی صحیح العقیدہ آدمی تھے، علمائے اہل سنت ہی ان کے معزز مہم
ہوا کرتے تھے، ان میں ایک نمایاں نام مجھے یاد آتا ہے حضرت علامہ غیاث الدین
الرحمہ گہرا مور کا ہے۔

شاہ حفیظ الدین رحمٰن پوری کو پردہ فرمائے اب سو سال ہونے کو آئے، ان
احفاد میں مولانا خواجہ ساجد عالم لطفی اب بیدار ہوئے ہیں کہ ان کی ذات و خدمات

تحقیقی کام کیا جائے۔ یہ کام بہت پہلے ہونا چاہئے تھا، خیر دیر آید درست آید۔ اس حوالے سے ان کی موجودہ اولاد و احفاد کو مبارکباد دیتے ہوئے یہ پیغام ضرور دینا چاہوں گا کہ پہلے وہ ان کے علمی ورثہ کو چھاپ کر ملک بھر میں پھیلا دے، پھر ان کے دینی کارناموں کو بھی اجاگر کرے۔ علالت و نقاہت کے باوجود بھی میں نے ان کے ایک کارنامہ کی طرف اشارہ کر دیا ہے، یوں ان کی خدمات پورے خطہ سیمانچل میں پھیلی ہوئی ہیں۔ خانقاہ لطیفیہ کے موجودہ افراد اس طرف بھی توجہ مبذول کریں۔ میری نیک خواہشات نو جوان نسل کے ساتھ ہیں، دہلی کے رسالہ 'جام نور' میں ایک مضمون دیکھا تھا، جس کو امیر القلم ڈاکٹر غلام جابر شمس صاحب نے لکھا تھا۔ اس طرح کے مضامین اور دیگر شخصیتوں پر بھی لکھا جانا اور شائع کیا جانا چاہئے تاکہ نئی نسل پرانی پیڑھیوں کو جان سکے۔ خداوند ذو الجلال کی بارگاہ میں دعا ہے کہ خواجہ ساجد عالم اور مولانا محمد آفتاب عالم اپنے مشن میں مکمل کامیابی سے ہمکنار ہوں۔

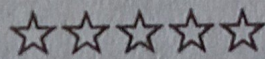


صدرالعلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی

پرنسپل جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی۔

یقیناً یہ ان بزرگوں کا حق ہے کہ ان کے علمی و عملی اور روحانی و اخلاقی نقوش کی یادیں باقی رکھی جائیں اور تازہ کی جائیں تاکہ اہل بصیرت ان سے مستفید و مستنیر ہو سکیں اور اپنے اوپر ان کے احسانات کا کچھ حق بھی ادا ہو۔

مولانا شاہ حفیظ الدین لطفی قدس سرہ کی حیات مبارکہ سے متعلق عزیز موصوف (مولانا خواجہ ساجد عالم) کی یہ اولین کاوش ہے۔ امید ہے کہ اہل علم نگاہ استحسان سے دیکھیں گے اور واقف کار حضرات مزید کے لیے رہنمائی بھی فرمائیں گے۔ وابستگان سلسلہ خصوصاً اور اہل علم و دانش عموماً ان گم گشتہ یادوں کو پا کر مستفیض و مستنیر بھی ہوں گے اور شاداں و مسرور بھی۔ (حیات حفیظی ص ۴ سے ماخوذ)



استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد ایوب نعیمی

پرنسپل و صدر شعبہ افتاء جامعہ نعیمیہ مراد آباد، یوپی

شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت علامہ مولانا شاہ حفیظ الدین لطفی علیہ الرحمۃ و الرضوان کے تعلق سے جو معلومات و اطلاعات حاصل ہوئی ہیں ان کی روشنی میں اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ایک متبحر عالم دین اور بلند پایہ و فیض بخش بزرگ تھے۔ بہار و بنگال میں آپ کی مقبولیت اور جاہ و حشمت اس بات کی روشن دلیل ہے کہ آپ بارگاہ الہی میں قرب خاص رکھتے ہیں اور اولیائے کبار میں نمایاں مقام پر فائز ہیں۔

حضرت علامہ عبدالمبین نعمانی قادری مصباحی

مہتمم دارالعلوم چریاکوٹ ورکن الجمع الاسلامی مبارکپور

مولانا خواجہ ساجد عالم لطفی نے اپنے جد امجد علامہ شاہ حفیظ الدین لطفی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات سے پردہ اٹھا کر اور ان کی زندگی کے بعض گوشوں پر روشنی ڈال کر ایک ایسے زبردست عالم دین و مبلغ اسلام سے روشناس کرایا ہے، جن کو دنیا بھول چکی تھی، ان کی بعض اہم علمی تصانیف کا تعارف بھی پیش کیا ہے، کاش وہ کتابیں جو کبھی طبع ہو کر ختم ہو چکی ہیں دوبارہ منظر عام پر لائی جائیں اور جو منتظر طباعت ہیں، ان کو پورے اہتمام سے شائع کر کے ان کے علمی آثار سے اہل علم کو استفادے کا موقع دیا جائے۔ اپنے اسلاف کرام و اکابر جماعت کے حالات منضبط کرنا، ان کو منظر عام پر لانا بھی ایک اہم کام ہے، اس سے مستقبل میں روشنی ملتی ہے، آگے بڑھنے اور کام کرنے کا سلیقہ آتا ہے۔ ان کی محنتوں اور کارناموں سے واقف ہو کر حوصلے بلند ہوتے ہیں۔

(حیات حفیظی ص ۵ سے ماخوذ)

صاحبزادہ ملک العلماء ڈاکٹر مختار الدین احمد

سابق صدر شعبہ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ یوپی

ہمارے علمائے کرام و صوفیائے عظام پر بہت کم لکھا گیا ہے، ضرورت ہے کہ اس موضوع پر آپ اور آپ جیسے اصحاب لکھتے رہیں اور ان کے حالات محفوظ کرتے رہیں۔ میں بچپن میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا ظفر الدین صاحب قادری رضوی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۸۲ھ) کی ہم رکابی میں ایک دوبار خانقاہ رحمن پور حاضر ہوا تھا اور کئی دن مقیم رہا تھا، حضرت مخدوم شرف الہدی سے نیاز حاصل ہوا تھا اور حضرت خواجہ وحید اصغر کے ساتھ خاصا وقت گزرا تھا، کم عمری کے باوجود میں خواجہ صاحب سے بہت مانوس تھا۔

خطیب اسلام حضرت علامہ مفتی ایوب مظہر

ناظم تعلیمات تنظیم المسلمین بانسی پورنیہ و سابق شیخ الحدیث دارالعلوم وارشیہ لکھنؤ
حضرت مولانا حفیظ الدین قدس سرہ اپنے عہد کے علمائے راسخین میں امتیازی
شان کے مالک تھے۔ وہ علم و فضل کے مہر منیر اور سلوک و روحانیت کے بدر تاباں تھے،
جن کی روحانی عظمت اور دستگاہ علم کی بلندی کے معترف بہار و بنگال اور بنگلہ دیش کے اہل
علم ہیں۔ علما ان کو چراغ پورنیہ سے یاد کرتے تھے، حقیقت یہ ہے کہ وہ چراغ پورنیہ نہیں
آفتاب پورنیہ تھے، اس فضل و کمال کے باوجود طبیعت منکسرانہ اور مزاج بے نیازانہ تھا،
نام و نمود اور تمنائے ستائش سے ہمیشہ دور و نفور رہے، وہ مدتوں خانقاہ کبیرہ سہرام میں علم
کا چراغ جلاتے رہے اور اخیر میں رحمن پور شریف جلوہ فرما ہوئے اور علم و ارشاد کی مسند
سجائی اور اپنے فیوض و برکات سے ایک عالم کو فیضیاب کیا۔ وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا
بریلوی قدس سرہ کے ہم عصر اور ان کی علمی عبقریت کے قائل و قدرداں تھے اور ان کی
تحریک کے زبردست حامی و موید تھے۔

محقق عصر حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری

پرنسپل دارالعلوم محی الاسلام بجرڈیہ بانسی پورنیہ

قدیم پورنیہ کی خاک صدیوں سے زرخیز رہی اور ہے بھی، اس کی زرخیزی کا یہ
حال ہے کہ اس خم آلود خاک سے علمائے دین، اولیائے امت، شعرائے ملت اور ادیب
انشا پرداز نمودار ہوئے اور پھر آسودہ خاک ہو گئے۔

ہماری یہ تیرہ بختی ہے کہ ان کے علوم و فنون، فیوض و برکات، خیالات
احساسات اور گراں بہا تحریروں کے نقوش کو زندہ جاوید نہیں بنا سکے، انہیں میں سے

حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین قدس سرہ کی ذات گرامی بھی ہے۔ ابھی کچھ عرصہ قبل ان کی شخصیت کی گہرائی و گیرائی کے کچھ اہم گوشے ”حیاتِ حفیظی“ میں نظر سے گزرے جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں شعورِ حیات و عرفانِ ذات دونوں کا ادراک حاصل تھا، ان کی ذاتِ علم و عرفان کا سنگم تھی، وہ بیک وقت تبصرِ عالم، معرفت کے رازداں اور ایک خوش فکر شاعر تھے۔ خدا کرے ہمارے اہل قلم بیدار ہوں اور ماضی کے دفینے سے ان ہیروں کو نکال کر قوم و ملت کے سامنے پیش کریں۔

یادگارِ سلف حضرت مولانا عین الہدی شاہدی

سابق شیخ الحدیث جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار

عظیم عالمِ دین اور بلند پایہ روحانی پیشوا حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی برہانی (۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء) اس انقلابی و عہد آفریں ذات کا نام ہے، جس نے آشوب آگیاں و پرقتن دور میں علم و فن، فکر و نظر اور صالح و مثبت نظریات و خیالات کی شمعیں فروزاں کیں۔ وطن سے لے کر اکنافِ عالم تک شعور و آگہی کے جلوے بکھیرے، دعوت و ارشاد کی خوشبو پھیلائی اور اصلاح و تعمیر کی تخم ریزی فرمائی، دنیا جہاں بھول جائے، مگر دیارِ قدیم پورنیہ کے باشندگان کبھی بھی آپ کے ان احسانات و قربانیوں کو فراموش نہیں کر سکتے۔ جن کی تعبیر جہد و عمل، جگر کاوی و جانگسلی، سوزش و تڑپ اور اخلاص و بے لوثی سے کی جاسکتی ہے۔

آج خطہ بہار میں اسلام اور اسلامیات، دین اور دینی اقدار کی جو شادابی و شگفتگی ہے، علما و فضلا کی جو صفیں ہیں، مدارس و مساجد کا جو جال بچھا ہوا ہے واسطہ در واسطہ اس کی کڑیاں آپ ہی کی عظیم خدمات و مساعی سے جڑی ہوئی ہیں۔

ہر طرف جو نچ رہا ہے ساز و دستو ہے اسی جرس کی آواز و دستو

حضرت علامہ مولانا عارف اللہ فیضی مصباحی

استاذ مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد گھنٹہ، ضلع مسو، یوپی

سرزمین ہند اس حیثیت سے بھی بڑی زر خیز رہی ہے کہ یہاں لاکھوں اہل دل و روشن ضمیر بندگان خدا پیدا یا باہر سے آکر جلوہ افروز ہوئے اور اپنی خداداد و اثر آفریں اور جذبہ تبلیغ دین کے ذریعہ بے شمار گم گشتگان راہ حق کو شاہراہ ہدایت پر چلنے اور اس پر گامزن رہنے کا حوصلہ بخشا۔ انہیں اہل دل اور روشن ضمیر حضرات میں حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطفی برہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات ستودہ صفات بھی ہے۔

آپ ایک کامیاب مدرس، ژرف نگاہ مصنف، مسحور کن مبلغ اور جادہ شریعت پر گامزن صوفی تھے۔ چنانچہ آپ نے مختلف دینی اداروں میں تدریسی فرائض انجام دے کر کئی مشہور زمانہ تلامذہ پیدا کیے جنہوں نے علم دین کی نشر و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا، کئی وقیع اور مفید کتابیں لکھ کر تشنگان علم و معرفت کو اپنی علمی و فکری تشنگی بجھانے کا سامان کیا اور اپنے قلم خارا شکاف سے حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچ کر حق بنی و باطل شناسی کا بہتر معیار فراہم کیا۔

باطل کا سرکچلنے کے لیے ضرورت کے مطابق تبلیغی دورے کیے اور ضلالت و گمراہی کے سیلاب بلا خیز پر قائم رہتے ہوئے جادہ شریعت سے سرمو انحراف نہ کیا۔ کیوں ہے کہ جاہل صوفیا کے باطل اور بے بنیاد نظریہ کے برعکس ان کے نزدیک حقیقی تصوف کا اصل ہا سرچشمہ شریعت محمدی ہی ہے۔ شریعت سے الگ کوئی راستہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت لطفی صاحب علیہ الرحمہ کے فیضان کرم سے ہمیں مالا مال فرمائے اور توفیق ارزانی کرے کہ ہم بھی ان کے نقوش قدم کو اپنی زندگی کا آئیڈیل اور محور بنائیں۔

فقہ عصر حضرت علامہ مفتی آل مصطفیٰ مصباحی

استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، منو، یوپی

خطہ مشرقی بہار بشمول بعض علاقہ مالده و دینا چپور اضلاع مغربی بنگال (جو آج سے تقریباً ایک یا سوا صدی پیشتر دیار پورنیہ سے معنون و مفہوم تھا) کی معلوم و مشہور اسلامی تاریخ لکھنوتی و پنڈوہ میں حضرت سیدنا جلال الدین تبریزی (متوفی ۶۴۲ھ) کی بارگاہ آمد و قیام سے شروع ہوتی ہے۔ یہی وہ نقطہ آغاز ہے جسے یہاں کی مذہبی و ملی، یعنی واشاعتی، فکری و نظریاتی غرض کہ ہر شعبہ حیات کی صالح و تعمیری جدوجہد عمل اور غلاب آفریں عہد کا باب اول کہا جاتا ہے۔

پھر اس کے بعد کافی طویل زمانہ نہیں گزرا کہ آئینہ ہند حضرت سیدنا شیخ سراج الدین عثمانی لکھنوتی (متوفی ۱۳۵۷ء) حضرت سیدنا شیخ نقی الدین مہسوی (متوفی ۱۴۰۱ء) حضرت سیدنا شیخ علاء الدین علاء الحق پنڈوی (متوفی ۱۳۹۸ء) اور حضرت سیدنا راج الحق المعروف نور قطب عالم (متوفی ۱۴۱۰ء) رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عہد زریں اپنی سعادتیں و برکتیں لیے حاضر ہوتا ہے۔

لیکن پھر اس کے بعد ایک دراز سکوت اور طویل جمود اپنا پاؤں پسارتا ہوا نظر آتا ہے جو تقریباً چار صدی کو محیط ہوتا ہے۔ پھر اچانک قدرتِ خداوندی اور مشیتِ الہی کے ہمارے خاک کے پردے سے یکے بعد دیگرے ایسے رجال و مردانِ کار اور نفوسِ قدسیہ ظاہر ہوتے ہیں کہ جو ہر سطح پر اسلافِ کرام و صالحینِ عظام کی سچی و موثر جانشینی و نمائندگی کے فرائض و واجبات نبھاتے دکھائی دیتے ہیں۔

انہیں میں قدوة العلماء زبدۃ الفضلا حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطفی برہانی ندس سرہ النورانی (متوفی ۱۹۱۵ء / ۱۳۳۳ھ) کا وجود مسعود بھی ہے۔ جو اپنے بعض

کمالات و فضائل کے رخ سے ممتاز و یکتائے روزگار ہیں۔ دیار پورنیہ کی تیرہویں صدی ہجری کا نصف آخر اور چودھویں صدی ہجری کے اوائل عشرے اپنے اسلامی و روحی انقلاب اور دعوتی و اشاعتی تاریخ کے حوالے سے حضرت مولانا لطیفی علیہ الرحمۃ والرضوان کا تابناک عہد مانے جاتے ہیں۔

ماہر علوم قدیمہ حضرت علامہ قاضی شہید عالم رضوی

مفتی و استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

اس وقت میرے پیش نظر حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حیات مبارکہ یا آپ کی خدمات و اثرات پر کوئی تحریری و دستاویزی سند موجود نہیں ہے ہم دیار مشرقی بہار و بنگال میں آپ کے دعوتی و تحریکی نقوش و نشانات اور روحانی فیوض برکات سے یہ یقین کچھ مشکل نہیں کہ آپ ایک بے مثال داعی دین و مبلغ اسلام اور علم روحانی مقتدا و پیشوا تھے۔ خطہ مشرقی بہار و بنگال میں آج سے ڈیڑھ سو سال قبل جب اشاعت و تبلیغ دین کے لحاظ سے میدان خالی تھا اور علم و ادب، فکر و فن کی شمعیں گل ہو چکی تھیں۔ ایسے نازک و پرخطر موقع پر آپ ہی کی وہ ذات تھی کہ جس نے دینی و مسلکی اصلاحی و تعمیری سطح پر یہاں ایک خوشگوار انقلاب برپا کیا۔

حضرت علامہ مفتی قاضی فضل احمد مصباحی

مفتی و استاذ جامعہ عربیہ ضیاء العلوم بنارس و معاون قاضی دارالقضا بنارس

سرزمین ہند تصوف و روحانیت کے معروف سلاسل اربعہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کا اہم مرکز رہا ہے اور یہاں ان مقدس سلاسل کے اکابر و اعظم بیش ہر صوبہ ہر خطہ میں آرام فرما ہیں۔ ان نفوس قدسیہ نے تبلیغ دین کی عظیم الشان خدمات

م دے کر اسے مطلع انوار بنایا ہے اور اپنے خون جگر سے شجر اسلام کی آبیاری کی ہے۔
 تناظر میں دیکھا جائے تو تقریباً ایک صدی پیشتر واقف اسرار شریعت، غواص بحر
 نت حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطفی قدس سرہ النورانی نے صوبہ بہار کے مشرقی
 ع کٹیہار و پورنیہ کی سرزمین کو اپنے وجود مسعود سے سرفراز فرمایا۔ ان علاقوں میں
 ام اور اسلامیات سے لوگوں کو روشناس کرایا جس کے نتیجہ میں لوگوں کے قلوب ایمانی و
 انی تجلیات سے روشن و منور ہو گئے، پھر رفتہ رفتہ قرب و جوار کے علاقوں میں بھی شمع
 نید و رسالت کی تابانیاں پھیلنے لگیں اور ضلالت و گمراہی کی کثافتیں دور ہونے لگیں۔

میں حیران ہوں کہ کن الفاظ سے اپنا قلبی تاثر پیش کروں، وہ ایک نادر روزگار
 صیت کے مالک تھے، باکمال اور ہم عصروں میں بے مثال، ان کی شان بہت بلند تھی،
 ے ہی ذا کر و شافل اور پابند شریعت تھے، زہد و تقویٰ معروف، ذہانت و فطانت مسلم
 ی، صاحب تصانیف عالم تھے، ہر فن پر نظر تھی، اسلامی تعلیمات کو عام و تمام کرنے اور
 ین اور علم دین کی بقا و تحفظ کے لیے اپنی آخری آرام گاہ رحمن پورنگیہ شریف میں خانقاہ اور
 رسہ کا قیام فرمایا اور حضرت لطفی کے توسط سے بارگاہ عشق کا یہ فیضان کرم ہی ہے کہ اس
 اہ سے مسلسل ایسے برگزیدہ افراد اور طاقت ور اصحاب عزائم نکل نکل کر سامنے آتے
 ہے ہیں جن کی عزیمت اور جن کی ایمانی طاقت سے اسلامی معاشرہ زندگی سے معمور اور
 شاداب و پر نور ہے۔ ایمان و عمل اور اخلاق و انسانیت کے اس دور لازوال میں بھی دور
 دراز علاقہ تک روشنی کی جو شمعیں فروزاں ہیں وہ انہیں مدارس و خانقاہ کی برکت ہے۔ اللہ
 عز و جل اس چمنستان علم و عرفان کو یوں ہی شاد و آباد رکھے۔ آمین

حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی ارشاد احمد ساحل سہسرامی

سابق استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور و ریسرچ اسکالر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
 ملک العلماء حضرت علامہ شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ خلیفہ
 مسٹر شد و تلمیذ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے قیام سہسرام
 دورانے کی معلومات جب فراہم کر رہا تھا۔ اس وقت حضرت شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ
 (متوفی ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء) کے اسم گرامی سے متعارف ہوئے۔ کیوں کہ آپ
 وصال کے بعد ہی خانقاہ کبیریہ کو نئے صدر المدرسین کی ضرورت محسوس ہوئی اور صاحب
 سجادہ شاہ ملیح الدین کبیری کی طلب پر اعلیٰ حضرت نے ملک العلماء کو سہسرام روانہ فرما
 دیا۔ پھر عزیز القدر مولانا خواجہ ساجد عالم مصباحی جو حضرت شاہ حفیظ کے فرد خاندان ہیں
 نے جامعہ اشرفیہ کے دوران ملازمت مجھ سے سہسرامی ہونے کی نسبت سے اپنے جد کریم
 کے سلسلے میں مآخذ کی نشاندہی چاہی تو دوسری بار یہ مقدس نام ذہن و دماغ کے پردے
 چمک اٹھا اور اب ۱۹ مارچ ۲۰۰۹ء بروز جمعرات دربار حقیقی میں حاضری کی سعادت
 حاصل ہوئی تو ایسا لگا جیسے کسی خیابان سعادت میں پہنچ گئے ہوں۔

حضرت شاہ حفیظ ایک صاحب ثروت اور دیندار گھرانے کے فرد، بحر العلمین
 علامہ عبدالحلیم فرنگی محلی، شاہ مخصوص اللہ اور شاہ موسیٰ دہلوی کے فیض یافتہ اور بارگاہ عشق
 متن گھاٹ پٹنہ کے دست گرفتہ اور خلیفہ صاحب حال بزرگ تھے، درس و افادہ، تصنیف
 تالیف، شعر و سخن اور اصلاح و تربیت آپ کے مشاغل حیات تھے، آپ کے تلامذہ اور
 مسٹر شہین کی خاصی تعداد رہی ہے جو خود بھی بہت با فیض گزرے ہیں۔ ناچیز سلطان شہ
 شاہ سوری کا ہم وطن ہے جہاں حضرت حفیظ الدین علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کے قیمتی بارے
 سال گزارے ہیں۔ اس لیے آپ کی سہسرامی نسبت فیض کا احقر بہت قدرداں ہے۔

خانقاہ عالیہ کبیر یہ سہرام جہاں آپ نے فیوض و نور پائے بھی اور تقسیم بھی کیے، اپنے وقت کا ممتاز ترین ادارہ تھا۔ اس کا اپنا بہت قیمتی اور وسیع کتب خانہ تھا، انیسویں صدی میں جب کہ پریس کا رواج نہیں تھا، اس کا کبیری پریس تھا، اجلہ علماء اس ادارے کے اراکین میں شامل تھے، ایسے عظیم و مرکزی ادارے کی علمی بزم کا صدر نشین ہونا خود اپنے آپ میں حضرت شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ کی عظمت کا اعلامیہ ہے۔ یہی خانقاہ کبیر یہ ہے جہاں آپ کی تسلیس رواں ہوئیں، جہاں آپ کی کئی تصانیف مکمل ہوئیں، جہاں آپ کے ممتاز اور قابل فخر تلامذہ کی صفیں تیار ہوئیں۔ ان میں حضرت مولانا شاہ محمد عثمان سہرامی مہاجر کی اسم استاذ جامعہ صولتیہ مکہ مکرمہ بہت تقدس مآب، صاحب وجاہت اور علمی و روحانی سطح پر با فیض شخصیت گزری ہے۔ حضرت علامہ شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ کی دوسری خصوصیت میں تصلب فی الدین ہے، جس نے ناچیز کو خصوصیت کے ساتھ متوجہ کیا۔ روندوہ کے اجلاس لکھنؤ میں شرکت اپنے تلامذہ کو وہابیوں کی سرکوبی کے لیے آمادہ کرنا اور اپنے فرزند دل بند کو دارالعلوم دیوبند کے سائے سے دور رکھنا آپ کے مذہبی تصلب کی دلیل ہے اور ایسا وقت کیوں نہ ہو جب کہ آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے ذیشان خاندان کے دو جلیل القدر فرزند حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی اور حضرت شاہ موسیٰ دہلوی کے فیض معلوم یافتہ شاگرد تھے، یہی پہلے بزرگ ہیں، جنہوں نے ہندوستان میں رد وہابیت میں پہل کی عشق اور نمایاں کردار ادا کیا، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ ہند سے شاہ حفیظ کو خصوصی ربط تھا۔

تصنیفی سطح پر آپ کی بیس سے زائد یادگاریں ہیں، بیشتر یا تو تصوف سے متعلق نثر ہیں یا درسیاتی کتب کی شرح و تحشیہ سے۔ مزاج صوفیانہ اور اصلاحی تھا، اس لیے تصنیف میں بھی وہی رنگ نمایاں ہے۔ فارسی زبان پر خاص دسترس تھی، اس لیے تصنیف اور شعرو سخن کی زمین زیادہ تر فارسی رہی۔ اسلوب متوسط طرز کے فارسی ادب کی نمائندگی کرتا ہے۔

ہے۔ کیا ہی بہتر ہوتا کسی مرکزی یونیورسٹی کے شعبہ فارسی سے حضرت شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ پر کوئی صاحب ذوق پی۔ ایچ۔ ڈی کر لیتے۔

غرض ہر سطح پر حضرت شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ نے اپنے مقصد تخلیق بہترین طریقے سے پورا کیا، شان عبدیت برقرار رکھی، ہر سطح پر فیض رساں رہے، خدا ترس، خدا شناس، خدا جو اور خدا پرست رہے۔ پیشانی کسی دنیا دار کے سامنے خم نہ ہوئی، ہر سانس ذکر خدا، یاد مصطفیٰ سے آباد تھی، ہر لمحہ عشق مصطفیٰ سے سرشار تھا، ہر پل امت مصطفوی کی خدمت میں مصروف، اس لیے آپ کے حصار کرم میں جن و انس دونوں نیاز مند گروہ سمٹے ہوئے تھے اور زمانے کی گردش آپ کی نگاہ کرامت کی گرفت میں تھی اور کیوں نہ ہو۔ کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

ادیب العصر علامہ مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد

مدیر اعلیٰ رضا بک ریویو و نائب قاضی ادارہ شرعیہ پٹنہ

حضرت علامہ مولانا شاہ حفیظ الدین لطفی علیہ الرحمہ جماعت اہل سنت کی ایک بلند پایہ علمی شخصیت تھی، جنہوں نے اپنے کردار و عمل سے بہار کے علاقہ کٹیہار، پورنیہ، کشن گنج وغیرہ کو علمی، مذہبی، ملی اور مسلکی اعتبار سے مستحکم کیا اور فکر رضا کی روشنی میں عقائد کی درستگی و روح کی بالیدگی اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں مجاہدانہ جدوجہد کی قدرت نے انہیں علم و عمل، اخلاص و اخلاق، ملی درد و غم اور جماعتی ذکر و فکر کا جو گراں مایہ سرمایہ عطا کیا تھا انہوں نے خلوص و للہیت کی پوری توانائی کے ساتھ اس سرمایہ کو سرمایہ آخرت بنا لیا۔ ان کی کتابیں اس کی شاہد ہیں کہ ان کی زندگی حرکت و عمل سے عبارت تھی اور یہ عبارت مدت مدید تک روشنی کا مینار بن کر لوگوں کو صراط مستقیم دکھاتی رہے گی۔ خدائے تعالیٰ ان کی سعی مشکور فرماتے ہوئے ان کی لحد پر رحمت کے پھول برسائے۔

ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا ملک الظفر

مدیر اعلیٰ الکوش و مہتمم دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہرام

شیخ الاسلام و المسلمین حضرت علامہ مولانا شاہ حفیظ الدین لطفی علیہ الرحمۃ و
الرضوان کی ذات گرامی سے میری آشنائی اس وقت ہوئی جب عزیز مولانا خواجہ ساجد
عالم مصباحی سلمہ حضرت ممدوح کے سوانحی گوشوں اور آثار و نقوش کی تلاش و تتبع میں سہرام
آئے۔ جب معلومات سے معلومات کی کڑیاں باہم ملیں، تو اس خوشگوار حقیقت کا
انکشاف ہوا کہ محقق زمن مفکر اسلام حضرت علامہ کامل سہرامی کے والد ماجد حضرت
علامہ فرخند علی فرحت سہرامی بانی دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہرام حضرت لطفی کی درسگاہ
فیض کے خوشہ چیں و تربیت یافتہ تھے۔

اس طرح حضرت لطفی ہماری جدی نسبت میں آتے ہیں۔ باوثوق ذرائع سے
معلوم ہوا ہے کہ حضرت لطفی جب تک شمالی ہند کے شہرہ آفاق دینی و تعلیمی مرکز مدرسہ
خانقاہ کبیریہ میں رہے بڑی متوکلانہ زندگی بسر کی، بدل خدمت کے طور پر مدرسہ سے ایک
پائی نہ لی اور نہ ہی کبھی مطبخ کا ایک دانہ قبول فرمایا۔ ایک مخلص و عقیدت مند کے یہاں
رہتے تھے اور اپنے ذاتی خرچ سے شام و سحر کے کھان پان کا انتظام کرتے تھے۔ آپ
بڑے خدا رسیدہ اور بندہ برگزیدہ اور مرجع خلائق و انام بزرگ تھے۔ سہرام، شاہ آباد،
آرہ، نالندہ، گیا یہ وہ مقامات و منازل ہیں جہاں آپ نے انقلابی شان کے ساتھ تبلیغی و
اشاعتی خدمات انجام دی ہیں، یہاں سہرام اور مضافات میں بہت سے ایسے گھر مل
جائیں گے کہ جن کے آبا و اجداد حضرت لطفی کے مریدین و متوسلین یا آپ کی مجلسوں و
انجمنوں کے حاضر باشوں میں تھے۔

نباض عصر حضرت علامہ محمد ابوالحسن علی رضوی القادری

مشیر اعلیٰ ماہنامہ 'بطحا' حیدرآباد و موسس جامعہ غوثیہ رضویہ لنکم پیٹ، نظام آباد، اے پی

تحت نشینِ رشد و ہدایت، آفتابِ شریعت و طریقت، مست بادۂ عشق رسالہ
حضرت مولانا حفیظ الدین ^{لطیفی} علیہ الرحمہ ۱۲۳۵ھ / ۱۳۳۳ھ کی حیات و خدمات پر
مواد وہی ہے، جو آپ نے 'حیاتِ حفیظی' میں جمع کر دیا ہے۔ اس کی روشنی میں وہ ایک
عالمِ دین، سلوک و تصوف کے امام، ایک دردمند میر کارواں، ایک سر بکف مجاہد، ایک
سوز داعی، بیدار مغز مصنف، شب زندہ دار عابد اور شفیق معلم کی حیثیت سے ہمارے
نگاہوں میں اُبھرتے ہیں، دیوانِ لطیفی، لطائفِ حفظ السالکین، تلک عشرۃ کاملۃ، جس
الغیب جیسی گراں قدر تصانیف اس کا بین ثبوت ہیں۔ بہار و بنگال میں ہندوانہ رسم و رواج
کے خلاف ان کی پرسوز خدمات رہتی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی، مدرسہ خانقاہ لطیفیہ
دارالعلوم شرفیہ لطیفیہ گانگی ہاٹ، جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار کے چشمہائے علوم سے جب
تک تشنہ سیراب ہوتے رہیں گے، ان کی تربت مقدس کا اجالا بڑھتا رہے گا۔ تحریک
ندوہ کے خلاف مشرقی بہار سے ان کی نمائندگی، وہابیت و دیوبندیت کے خلاف ان کے
آوازہ حق کی بازگشت اہل حق کو ہمیشہ حوصلہ دیتا رہے گا۔ رب قدیر ان کی تربت اقدس
رحمتوں کے پھول برسائے اور ہم تن آسانوں کو ان کے نشانِ قدم پر تلاش منزل کی توفیق
عطا فرمائے۔ آمین۔

صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ یافتہ علامہ محبوب عالم وحیدی

پرنسپل مدرسہ اسلامیہ اعظم نگر کٹیہار بہار

قدوة العلماء زبدۃ الفضلا حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطفی برہانی قدس سرہ
کنورانی (متوفی ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء) کے آستانے سے حقیر سراپا تقصیر کا پشتینی تعلق رہا ہے۔
میرے جد امجد جناب دھیر علی خاں مرحوم ہی وہ تھے کہ جن کے اصرار و خواہش کے زیر اثر
آپ نے آبائی گاؤں چشتی نگر کنہر یا کوخیر آباد کہا اور کشاں کشاں رحمن پور تکیہ شریف چلے
آئے۔ یہاں آکر آپ نے خانقاہ کی بنیاد ڈالی، مدرسہ قائم فرمایا اور پھر رہائش مکانات کی
تعمیر کا بھی بندوبست کیا۔ آج جہاں حضرت لطفی کا مزار پاک، آپ کی خانقاہ اور مسجد و
مدرسہ وغیرہ ہے یہ قطعہ اراضی ہمارے ہی بزرگوں کی نذر کردہ ہے۔

کام کے ہجوم اور انتشار اور امروز و فردا کی فکر و غم میں برابر الجھے رہنے کے سبب
حضرت لطفی کی حیات و خدمات اور مساعی و فتوحات پر زیادہ وسیع و گہری نظر نہیں ہے۔ تا
ہم اس ناچیز نے جب کبھی وقت بچا کر آپ کی حیات اور کارناموں پر ورق گردانی کی تو وہ
روشن صفحات خوب پسند آئے جو احقاق حق و ابطال باطل کی تحریک اور جدوجہد عمل سے
عبارت ہیں۔ تحریک ردّ ندوہ آپ کی زندگی کا وہ پڑاؤ ہے جہاں آپ پوری حرارت و
شدت کے ساتھ گمراہ فرقوں و باطل گروہوں کی سرکوبی و استیصال میں پیش پیش اور سرگرم
عمل نظر آتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ موجودہ دور میں لوگ اسلاف عظام کے تہلب فی
الدین کا لحاظ و لاج رکھیں۔

حضرت مولانا مفتی شبیر عالم مصباحی

استاذ و مفتی دارالعلوم انوار مصطفیٰ رضا، دھروال، جام نگر، گجرات

قدوة العلماء حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطفی برہانی علیہ الرحمۃ والرضی
(۱۲۴۵ھ / ۱۳۳۳ھ) اپنے عہد کے ایک ممتاز عالم دین، جلیل القدر محدث، ماہر مدنی
عظیم مصنف، بہتر مفتی، بالغ نظر فقیہ، زبردست مناظر، مصلح قوم و ملت، پرسوز داعی و مبلغ
سحر بیاں خطیب، مسلم الثبوت صوفی بزرگ، سچے عاشق رسول اور شاعر تھے۔ مولانا لطفی
مختلف جگہوں میں جواہر پارے بکھیرنے کے بعد مشرقی بہار و قدیم پورنیہ تشریف لائے
مدرسہ و خانقاہ قائم کر کے ذی استعداد مدرسین و مبلغین تیار کیے، جا بجا مدارس و مکاتر
تبلیغی و دعوتی مراکز کی بنیاد رکھی اور جلسے و اجتماعات کا اہتمام کیا اور اس طرح مشرقی بہار
مغربی بنگال میں دین کی گرتی ہوئی قدروں کو صحیح مقام پر ثابت رکھا۔ راقم الحروف
حضرت کے قائم کردہ مشرقی بہار کے قدیم مرکزی دبستان مدرسہ لطیفیہ کا خوشہ چیں
تقریباً سو برس سے طالبان علوم نبویہ کی ٹیم علم و ادب اور فکر و فن سے سیراب ہو رہی ہے۔
سلوک و تصوف اور بیعت و ارادت کے طالبین بھی شرف یاب ہو رہے ہیں۔

حضرت مولانا عبد الصمد نظامی مصباحی

استاذ دارالعلوم زینت الاسلام کانپور دیہات کانپور، یوپی

صاحب تصانیف جلیلہ، رفیق کار و مخلص امام اہل سنت (اعلیٰ حضرت سیدنا
احمد رضا خاں محدث بریلوی) حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطفی رحمہما اللہ تعالیٰ
عالم ربانی و صوفی لا ثانی اور روشن ضمیر انسان کا نام ہے، چودہویں صدی ہجری کے
سندھ کے طول و عرض میں جن مردانِ کار و رجالِ باکمال نے اسلام و مسلمین کی مذہبی و
علمی و ادبی، فکری و نظریاتی اور تحریری و تعمیری سیادت کے فرائض انجام دئے۔ ان میں
نمایاں نام حضرت لطفی کا بھی ہے۔ آپ چوں کہ نام و نمود اور شہرت و نمائش سے دور

ت رکھتے تھے اور اخلاص و للہیت سے معمور ہو کر اپنا دینی و علمی اور تبلیغی و اشاعتی مشغلہ
 ی رکھتے تھے۔ شاید اس لیے آپ کے احوال و کوائف اور آثار و باقیات تحریر و کتاب کی
 و دسترس میں کم ہی ہیں، حیات حقیقی اور حضرت لطفی مجلہ اور بعض دیگر مضامین و
 آلات کے مطالعہ سے جو آپ کی شخصیت ابھرتی ہے اور نگاہ و دل میں سماتی ہے وہ یہ ہے
 آپ ایک جید عالم دین زاہد مرتاض اور علم و ادب، فکر و فن کے شہسوار تھے۔ آپ کی
 زندگی حرکت و عمل، زہد و قناعت، تقویٰ و ورع سے عبارت رہی۔

حضرت مولانا خواجہ عبدالسبحان ابوالعلائی لطفی

کلیا چک مالدہ، بنگال

حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطفی قدس سرہ العزیز مشرقی بہار و بنگال کے
 ہیں باکمال محسن و مربی کا نام ہے کہ جن کے دم قدم کی باد بہار سے یہ عظیم خطہ اندھیر سے
 پالے میں آیا، جہالت و گمراہی سے شعور و آگہی اور صداقت و حقانیت کے ساحل سے
 نکٹا رہا اور ایک ایسے خوش آئند و خوشگوار انقلاب سے دوچار ہوا کہ جس نے یہاں کی
 تدرید بدل دی اور ایک نئی تاریخ مرتب کی۔

عالم باعمل حضرت مولانا نوشاد عالم رضوی

تلیا باڑی، چکلیہ اتر دینا چپور، مغربی بنگال

تاجدار صوفیا سرتاج اولیا عالم ربانی حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطفی کی
 ہنرات ستودہ والا صفات کا کما حقہ ادراک و علم ہم جیسے آدمی کے بس کا روگ نہیں، صاحبان
 عالم و فضل اور حاملان شعور و خرد ہی آپ کی ذات کا صحیح ادراک و احساس کر سکتے ہیں۔ یہ
 چیز اس شعر کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
 تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

حضرت مولانا نور الزماں مصباحی

ڈائریکٹر نور اکیڈمی احمد آباد گجرات و سابق شیخ الحدیث دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات
محافظ شریعت امین طریقت عالم ربانی حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین
برہانی (متوفی ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء) اللہ تعالیٰ ان کے مرقد انور پر رحمتوں کے کم
برسائے۔ آمین۔

آپ کی ہشت پہلو و عبقری شخصیت پر جس قدر نظم و نسق اور منصوبہ بند
ساتھ کام ہونا چاہئے وہ ہنوز خواب ہی ہے۔ ہاں البتہ ادھر کچھ عرصہ سے تھوڑی
رفت ہوئی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس رخ سے آتش شوق کو اور ہوا دی جائے تاکہ
مافات کی راہ کشادہ ہو سکے، چوں کہ حضرت لطفی ایک تہہ دار و کثیر الجہات شخص
صوفی بزرگ کا نام ہے۔ اسلاف کی ایک روشن کڑی کا نام ہے، فکر و فن اور روحانی
معرفت کے ایک مینار کا نام ہے، شب تار کے اس فانوس کا نام ہے جو ہزار ہا باد مخال
زد پر بھی برابر روشن رہتا ہے اور ایک تیرہ و تار ماحول کو بقعہ نور بنا دیتا ہے۔ لہذا
شناسی و وفا شعاری کا تقاضا ہے کہ اس سلسلے میں رفتار مزید تیز و تند کی جائے اور
تحقیقی و معتبر دستاویز سامنے لائی جائے جس سے حضرت لطفی علیہ الرحمۃ والغفران
وفی، فکری و نظریاتی، دعوتی و تبلیغی سراپا و ودھیانی چاندنی کی طرح منظر عام پر آ سکے۔
حقیر حضرت لطفی کا ہم وطن ہے بلکہ اسی خوش قسمت گاؤں کا باشندہ ہے
آپ ٹھنڈی خاک سے ٹیک لگائے آسودہ خواب ابدی ہیں۔ جذبات و احساسات
مغلوبی کے باعث اس وقت میری زبان کو یارا نہیں کہ باتیں و تاثرات قید تحریر
سکوں۔ بس ایک شعر کے توسط سے خراج عقیدت پیش کرنا چاہوں گا۔

ہوا ہو گر تیز و تند لیکن اپنا چراغ جلا رہا ہے

وہ مرد درویش جس کو حق نے دیا ہے انداز خسروانہ

حضرت مولانا ہارون رشید مصباحی

استاذ دارالعلوم مصطفائیہ اعظم نگر، کٹیہار

آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اطاعت خداوندی اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آئینہ دار تھا، آپ نے کفر و شرک اور الحاد دینی کی تیز آندھیوں میں شمع اسلام روشن کی، آپ کی عالمانہ شخصیت جہاں بے مثال تھی وہیں عارفانہ حیثیت بھی باکمال تھی۔

حضرت مولانا مفتی نوشاد عالم رضوی

صدر المدرسین دارالعلوم مصطفائیہ اعظم نگر، کٹیہار

وہ نیک بندے جو اپنی خداداد ذہانت و فطانت اور علم لازوال کی روشنی میں دین و مانت کی عظیم خدمات انجام دیتے ہیں اور اس کی حفاظت و صیانت کو منزل مقصود یقین کرتے ہیں، حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطفی کا شمار انہیں پاکانِ امت میں ہوتا ہے۔ آپ اسمِ باہد اسمی ہیں نامِ حفیظ الدین ہے اور واقعاً آپ نے دین کی، دینی اقدار کی، دینی تقدسات جلیلی، دینی مراسم و معمولات کی زبردست حفاظت بھی فرمائی ہے۔ یاد کیجئے اس پر آشوب و پر نگر دور کو کہ جب فرنگیوں کے ایجنٹ یہ وہابی یہ دیوبندی یہ قادیانی یہ نیچری و چکڑالوی ملک بھر کے حصے میں پاکیزہ و صالح اور متواتر عقائد و نظریات پر شب خون مار رہے تھے اور ہر جہاں بھار جانبِ عجب انتشار و افرا تفری کا ماحول تھا۔ ایسی مشکل گھڑی میں حضرت ممدوح اور ماتِ آپ کے بے مثال اقران و امثال ہی تھے جنہوں نے مجاہدانہ کردار اور غازیانہ رول کا فریمِ نظاہرہ کرتے ہوئے اسلامیانِ برصغیر کی دولتِ ایمان و ایقان کو تحفظ فراہم کیا۔

ختم شمس

برائے ایصال ثواب

مرحوم عبدالعزیز خان

مرحوم اختر حسین

مرحوم عبدالرشید خان

مرحومہ وحیدہ

مرحومہ سعیدہ

پیش کش

فیروزہ رشید خان